شیر شاہ سوری

تحقیق و تالیف

ڈاکٹر عطیہ الرحمٰن

حرف اول

اسلام دنیا میں اپنی نورانی کرنیں پھیلانے آیا۔تو اس کے لئے محبت،شفقت اورنرم دلی کے ساتھ، ساتھ مساوات کو تعارف بنایا گیا، جو یہ لوگ کہتے ہیں، کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلایا گیا،وہ اسلام کی روح سے واقف ہی نہیں ہیں۔ورنہ وہ یہ بے وزن بات کبھی نہ کہتے ،

جہاد..... اسلام کا وہ بنیادی رکن ہے، جس کا تا ابد باقی رہنا لازم بھی ہے،اور مشیت ایزدی بھی، جہاں نا انصافی ہو،ظلم و تعدی ہو، زیادتی ہو،شرک اور بدی زوروں پر ہو۔فحاشی عریانی اور منکرات عروج پر ہوں۔مسلمانوں پر ستم کے دروازے کھول دیے گیے ہوں،وہاں جہاد بالسیف کا حکم جاری ہو جاتا ہے ۔اور اس وقت اس سے روگردانی کفر کے برابر ہے۔

دنیا کے جن خطوں پر ظلم وستم روا ہوا، وہاں تو جہاد لازم تھا ہی ۔تاہم جہاں غیر مسلم اپنے ہی بھائی بندوں اورعیش پرست حکمرانوں کے ہاتھ موت سے بدتر زندگی گزار رہے ہوں ۔وہاں بھی مسلمانوں کوتلوار سے سر اڑانا پڑا، تا کہ انسانیت کو ہر قسم کی نا انصافی سے نجات دلائی جا سکے

اس طرح علم وحکمت اور تلوار دونوں کے ساتھ مسلمان جہاں جہاں پہنچے ان کے فاتح قدم وہاں،وہاں اسلام اوراس کی فطری خوبصورتی کو ساتھ لے گئے ۔پھر وہاں اسلام، ان کی رواداری، اورمبنی بر انصاف حکومتوں کے ذریعے پھیلا، دوبارہ تلوار کی ضرورت نہ پڑی۔

یہ سیریز مسلمان فاتحین کا ولولہ انگیز ذکر ہے ۔جن کو ہم اپنے اسلاف اور بزرگ کہہ کر پکارتے ہیں۔ان ایمان پرست توحید کے پروانو اور رسالت ﷺ کے

دیوانوں نے جس، جس سرزمین پر قدم رکھے، اسے شرک، باطل، اور جہالت کے اندھیروں سے پاک کرتے چلے گئے، اور یہ تو ہر ذی شعور جانتا ہے۔ کہ جھاڑ جھنکار ختم کرنے کے لئے تیز دھار ہتھیار ہی کام دیتا ہے۔ پھونکوں سے اسے کاٹا نہیں جا سکتا۔ یہی حال باطل کا ہوا، اسلام کی ترویج کے لئے شرک کا جھاڑ جھنکار تلوار سے صاف کرنا پڑا۔ اور پڑتا رہے گا۔ اس کے بعد ہی وہاں اسلام کا بیج بویا جا سکتا ہے۔ مسلمان فاتحین نے یہی کیا اور آنے والے مسلمان فاتحین کو یہ ہی کرنا پڑے گا

ڈاکٹر عطیہ الرحمٰن

(گولڈ میڈلسٹ)

فرید (شیر شاہ سوری بن حسن سوری افغان)

شیر شاہ کا نام فرید شاہ تھا۔اور باپ کا نام حسن خاں تھا۔حسن خاں افغاناں ردہ کی نسل سے تھا۔سلطان بہلول لودھی کے عہد حکومت میں حسن سور کا باپ ابراہیم خاں ملازمت کی تلاش میں دہلی آیا۔افغانوں کا مسن روہ،وہ کوہستانی علاقے ہیں۔جن کا سلسلہ طول میں مضافات بکر تک اور عرض میں حسن ابدال سے لے کر کابل تک پھیلا ہوا ہے۔یہاں افغانوں کے مختلف فرقے آباد ہیں۔جن میں سے ایک قبیلے کا نام سور ہے۔

اس فرقے والے اپنے آپ کو سلاطین کی نسل سے بتاتے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ایک غوری شہزادہ محمد سوری اپنے وطن سے جلاوطن ہو کر کسی زمانے میں ان افغانوں میں آ کر آباد ہو گیا۔ایک افغان رئیس کو محمد سوری کا حسب نسب معلوم ہو گیا،اور باوجود اس کے اس قوم میں غیر گھرانے میں لڑکی دینے کا رواج نہ تھا۔اس افغان سردار نے اپنی بیٹی محمد سوری سے بیاہ دی۔اس افغان بیوی سے جو اولاد پیدا ہوئی۔وہ سوری افغان کے نام سے مشہور ہے۔اسی وجہ سے سوری قبیلے کو تمام افغانی قبائل سے برتر سمجھا جاتا ہے۔ایک خوبصورت اور دیرپا عمارت کی تعمیر و تکمیل کے لئے ایک شخص نقشہ تیار کرتا ہے۔اور اس کے بعد اس کی بنیادیں قائم کرتا ہے۔جب وہ دیواریں اٹھانی شروع کر دیتا ہے۔تو قضائے ناگہانی اس کی زندگی کے چراغ کو گل کر دیتی ہے۔عمارت یوں ہی نامکمل رہ جاتی ہے۔کچھ عرصہ بعد ایک دوسرا شخص اس قطعہ کی ملکیت حاصل کرتا ہے۔جس میں یہ نامکمل عمارت بنائی گئی تھی۔اور تعمیر کا کام دوبارہ شروع کرتا ہے۔دیواریں مکمل کرتا ہے۔اس پر چھت ڈالتا ہے۔دروازے وغیرہ لگواتا ہے۔اور ضروری تزئین کا کام بھی کرواتا ہے۔عمارت

مکمل ہونے پر اس میں رہائش اختیار کرتا ہے۔اس کے بعد اس کی اولاد اس میں اضافے کرتی ہے۔اور ضروری ترمیمات سے اس کو بہتر اور زیادہ مضبوط بنا دیتی ہے۔اب یہ کہنا بہت مشکل ہوگا کہ اس کا حقیقی معمار کون تھا۔وہ جس نے عمارت کا نقشہ تیار کیا۔بنیادیں قائم کیں،اور دیواریں اٹھائیں۔یا وہ جس نے اس کی تکمیل کی۔

حقیقت پسندی

جہاں تک مغلیہ سلطنت کے نظم ونسق کا تعلق ہے۔ یہی کیفیت شیر شاہ اور اکبر کی کارگزاری اور اصلاحات کی ہے۔

ایک حقیقت پسند اور غیر متعصب مورخ کے لئے آسان نہیں کہ وہ شیر شاہ اور اکبر کے کارناموں کو ترازو کے پلڑوں میں تول کر دونوں کی کارکردگی کا حصہ قطعی طور پر معین کر سکے۔ یہی سبب ہے کہ موروخوں میں اس مسئلہ پر ہمیشہ اختلاف رائے رہا ہے۔ اور آئندہ بھی رہے گا۔ کہ آیا مغلیہ سلطنت کا نظم ونسق بڑی حد تک ان ہی بنیادوں پر قائم کیا گیا، جو شیر شاہ نے رکھی تھی، یا عمارت کی ساری تکمیل مغل حکمرانوں نے رکھی۔

ہم اس موقعہ پر اس بحث کی تفصیلات پیش نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن یہ اشارہ ضرور کریں گے، کہ دور اکبری کے مورخوں کا یہ رویہ صحیح نہیں کہ تمام اصلاحات اور خوبیوں کا سہرا مغلوں ہی کے سر باندھا جائے، اور نہ بعض عقیدت مند ان شیر شاہ کا یہ بیان قابل قبول ہے، کہ آئین اکبری اسی (شیر شاہ) کے وضع کردہ قوانین کا دوسرا نام ہے۔

اس موقع پر ہم اس پر اکتفا کریں گے، کہ شیر شاہ کی چند بنیادی اصلاحات کی طرف اشارہ کردیں، تاریخ کا طالب علم اس کا تفصیلی مطالعہ خود کرسکتا ہے۔

سلاطین دہلی

سلاطین دہلی نے برصغیر کے اکثر علاقوں پر تین سو سال سے زیادہ حکومت کی، ان میں سے بعض بہت قابل اور ہوشیار تھے۔ مثلاً سلطان شمس الدین التمش، علاء الدین خلجی، خاندان کے پہلے تین سلطان اور سکندر لودھی۔ انہوں نے نظم

ونسق کی مشینری کو بہتر بنانے میں نمایاں حصہ لیا۔

برصغیر کے مخصوص حالات میں یہاں کی حکومت کے سامنے اہم ترین مسئلہ زرعی اصلاحات کا تھا۔ کیونکہ اس زمانے میں زرعی لگان سے وصول شدہ رقوم ہی حکومت کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ تھیں۔ مسلم حکمرانوں کے لئے یہ نہایت پیچیدہ مسئلہ تھا، ان کے ساتھ جن علاقوں کی روایات آئی تھیں۔ وہاں کے حالات بڑی حد تک یہاں سے مختلف تھے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کو شریعت اسلامی کی حدود میں رہ کر اپنی پالیسیوں کا تعین کرنا ضروری تھا۔

ہم کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ باوجود ان مشکلات کے علاء والدین، غیاث الدین تغلق، اور اس کے بیٹے محمد بن تغلق اور آخر الذکر کے جانشین فیروز شاہ نے نظم ونسق کی بنیادیں خاصی مضبوط کر دی تھیں۔

فیروز شاہ کے بعد اس مشین کے پرزے ڈھیلے یقیناً ہو گئے۔ مگر وہ پھر بھی کام کر رہی تھی۔ بابر کی فتوحات نے انتظامیہ میں نئے عناصر شامل کیے۔ لیکن اس میں بنیادی طور پر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

شیر شاہ نے جب عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ تو اس نے محسوس کیا کہ نظام حکومت کے تقریباً ہر شعبہ میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہاں ان اصلاحات کے بعض پہلوؤں کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے۔

ملکی و مالی اصلاحات

۱۵۴۰ء میں ہمایوں کی شکست کے بعد شیر شاہ کی حکومت شمالی برصغیر کے بہت بڑے حصے پر قائم ہوگئی تھی۔اس نے وسیع علاقے کو ۴۷ حصوں میں تقسیم کیا۔ان کو صوبے کہنا غلط ہے۔صوبہ کی اصطلاح اور اس کا مخصوص تخیل مغلیہ دور کی پیداوار ہے۔انتظامیہ کی سب سے نیچی اہم یونٹ پرگنہ تھی۔پرگنہ کی اصطلاح بھی شیر شاہ سے پہلے موجود تھی،اس کے بعد سرکار اور شق تھے۔تاریخوں میں شق کا لفظ بھی چودھویں صدی میں ملتا ہے۔اگر چہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔کہ یہ اصطلاح دیرپا نہ تھی،اورسرکار کا لفظ زیادہ معروف ہوگیا،بہرحال شیر شاہ

کے زمانہ میں سرکار کی اہمیت زیادہ تھی،مغلوں نے جب ملک کو صوبوں میں تقسیم کیا،تو سرکار نے ضلع کی حیثیت اختیار کرلی۔اس وقت سے آج تک برصغیر میں سرکار یا ضلع،انتظامیہ کا بہت اہم عنصر رہا ہے۔

اس مختصر بیان سے یہ بھی معلوم ہوگا،کہ ملک کی تقسیم اس قسم کے علاقوں میں پہلے حکمرانوں نے بھی کی تھی۔لیکن شیر شاہ نے حکومت کو بہتر بنانے کے لئے بعض نئے عہدہ دار اور ان کے فرائض کی حدود باقاعدہ مقرر کیں۔

پرگنہ میں حکومت کے جو عمال مقرر کئے جاتے تھے۔ان میں شقدار سب سے زیادہ اہم ہے۔پرگنہ کا عمومی نظام اسی کے ہاتھ میں تھا۔اس کے علاوہ امین یا منصف ہوتا تھا۔جس کے فرائض میں یہ داخل تھا کہ وہ فصلوں وغیرہ کا معائینہ کرتا رہے۔اور حکومت کی مالگزاری اور خراج کی وصول یابی کی دیکھ بھال کرے۔

پرگنہ میں ایک خزانچی بھی ہوتا تھا،جس کے عہدے کا نام فوطہ دار تھا۔کارکن یعنی فارسی نویس اور ہندی نویس حساب دونوں زبانوں میں لکھتے تھے۔

قانون گو کے پاس مال گزاری کے متعلق وہ کاغذات ہوتے جن کے اندراجات سے پچھلے سالوں کی کیفیت معلوم ہو سکے۔

ذرائع سفر و رسل و رسائل

شیر شاہ کا ایک عظیم الشان کارنامہ سڑکیں بنوا کر ذرائع نقل وحمل اور رسل رسائل کو وسعت دینا تھا۔قرون وسطیٰ میں مسافروں کو جن مصائب سے دوچار رہونا پڑتا تھا۔ان کا اندازہ آج کل مشکل سے لگایا جا سکتا ہے۔

اچھی سڑکوں کی موجودگی کے علاوہ مسافروں کی جان و مال کی حفاظت بھی خاصا مشکل تھا۔شیر شاہ کو اس کی اہمیت کا پورا اندازہ تھا،مسافروں کے لئے سہولتیں مہیا کرنا خود بادشاہ کے لئے بھی مفید تھا،یوں سڑکیں اور راستے پہلے حکمرانوں نے بھی بنوائے تھے۔مگر جس پیمانے پر یہ اصلاح شیر شاہ کے زمانہ میں ہوئی،اس کی مثال ہم کو اس سے پیشتر تاریخ برصغیر میں نہیں ملتی۔اس کارنامہ کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ جاتی ہے،جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی مدت حکمرانی صرف پانچ سال تھی۔

شیر شاہ کی سب سے بڑی اور اہم سڑک شمال مغربی علاقہ میں دریائے سندھ کے کنارے سے مشرقی بنگال میں سنارگاؤں تک تھی۔

بدایونی کے قول کے مطابق یہ راستہ چار مہینہ میں طے کیا جاتا تھا۔دوسری سڑک آگرہ سے شروع ہو کر مالوہ میں گزرتی ہوئی برہان پور تک پہنچتی تھی۔تیسری سڑک آگرہ کو چتوڑ سے اور چوتھی ملتان کو لاہور سے ملاتی تھی۔

ان سڑکوں کی ایک ظاہری اہمیت یہ بھی تھی کہ برصغیر کے ان دور دراز علاقوں میں جن کے درمیان طویل فاصلے تھے۔ان سڑکوں کی تعمیر سے تجارتی اور ثقافتی تعلقات زیادہ بہتر ہو گئے ہوں گے۔اس کا اندازہ ہم اس وقت لگا سکتے ہیں۔جب

ذہن میں یہ بات بھی رکھیں، کہ تعمیر سڑک کے علاوہ شیر شاہ نے مسافروں کے لئے اور کیا، کیا سہولتیں مہیا کی تھیں۔ان سڑکوں پر تقریباً ہر دو میل پر ایک سرائے بنوائی گئی۔جہاں ہر مسافر چند روز حکومت کا مہمان رہ کر قیام کرسکتا تھا، چونکہ اہل ہنود مسلمانوں کے ہاتھ سے کھانا وغیرہ نہیں کھاتے تھے۔اس لئے شیر شاہ نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے لئے کھانے پینے کا علیحدہ انتظام کیا تھا۔

سرائے کے دو دروازے ہوتے تھے۔ایک پر مسلمانوں کے لئے اور دوسرے پر ہندوؤں کے لئے پانی کا انتظام کیا جاتا تھا۔مسلمانوں کے لئے سفر میں بھی نماز کی پابندی لازمی تھی، اس لئے ایک چھوٹی سی مسجد اور اس کے ساتھ ایک کنواں بھی بنوایا جاتا تھا۔مسافروں کے قیام وطعام کی ضرورت مہیا کرنے کا انتظام تھا، اور اس کے لئے ضروری عملہ رکھا گیا تھا۔

سڑک کے دونوں جانب تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر سایہ دار اور پھل والے درخت لگا دیے تھے۔بقول فرشتہ از قسم جامن وغیرہ، راستوں کو محفوظ بنانے میں شیر شاہ مکمل طور پر کامیاب ہوگیا تھا۔

بدایونی نے اس کی شہادت ان الفاظ میں دی ہے۔

پیر زالے طبق زریں بدست گرفتہ، ہر جا کہ می خواست خواب می کرد، و ہیچ دزدے ومفسدیرا یارائے برداشتن آن نبود۔

فرشتہ نے اس بیان کی تصدیق کی ہے۔

ڈاک کا انتظام

شیر شاہ نے سرائے میں ڈاک چوکیاں بھی بنوائیں، نظم حکومت کی کامیابی کے لئے رسل ورسائل کا خاطر خواہ انتظام بہت ضروری ہے۔مسلم فاتحین اس سلسلہ میں اپنے ساتھ بہت سی عمدہ روایات لائے تھے۔حقیقت یہ ہے کہ سالانہ حج کی فرضیت

اور سیروافی الارض کے خداوندی ارشاد نے مسلمانوں میں مسافرت اور سیاحی کا بہت اعلیٰ ذوق پیدا کر دیا تھا۔ہمارے مشہور مورخوں اور جغرافیہ نویسوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں۔جنہوں نے علم فراہم کرنے کے شوق میں سفر کیے،اور جمع حدیث کے سلسلے میں محدثین نے جو مشقتیں سفر کی برداشت کی ہیں۔ان کو تو وہ لوگ عمل صالح کا درجہ دیتے تھے۔

سفر کے ساتھ سڑکوں کی تعمیر اور رسل ورسائل کے ذرائع کو ترقی دینے کا کام بھی جاری رہا۔خود بخود برصغیر کے متعلق ابن بطوطہ نے لکھا ہے،کہ اس **ملک** مین خبررسانی کا انتظام بہت بہتر ہے۔اس نے ڈاک پہنچانے کے مختلف طریقوں کا ذکر بھی کیا ہے۔

یہ قیاس کیا جاسکتا ہے،کہ تغلق سلطنت کے زوال کے بعد ان انتظامات مین خلل واقع ہوگیا ہوگا۔بہر حال شیر شاہ نے اس کا ازسرنو انتظام کیا۔اس مقصد کے لئے ہر سرائے میں دو سوار متعین کیے جاتے تھے۔جن کے ذریعے ڈاک بھیجی جاتی تھی۔فرشتہ نے ان ڈاک کی چوکیوں کا ذکر کیا ہے۔اور بتلایا ہے کہ سندھ اور بنگال کے دور دراز علاقوں سے اس کو روزانہ رپورٹیں ملتی تھیں۔

فوجی نظام

شیر شاہ کی فوج یقیناً نہایت منظم اور تربیت یافتہ تھی۔اس کا ثبوت ہم کو اس سے ملتا ہے کہ اس نے وسیع فتوحات حاصل کیں۔فوج کے دو حصے تھے،ایک حصہ تو ان پرگنوں اور شہروں میں رکھا جاتا تھا جو دفاع وغیرہ کے نقطہ نظر سے بہت اہم تھے۔اور دوسرا حصہ خود اس کی نگرانی میں مرکز میں رہتا تھا۔آخر الذکر کے متعلق کہا گیا ہے،کہ اس کی تعداد خاصی بڑی ہے،اور مغلوں کی مرکزی فوج سے کہیں زیادہ ہے۔

اس سلسلہ میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ مغل اپنی مرکزی فوج کے علاوہ منصب

داروں کے تحت فوج کا بہت بڑا حصہ رکھتے تھے۔فوج کی تربیت، سواروں اور دیگر ملازموں کی بھرتی اور اس سے متعلق دوسرے امور میں شیر شاہ ذاتی دل چسپی لیتا تھا، اس کی فوجی اصلاحات میں قانون داغ کا ذکر خاص طور پر کیا جا سکتا ہے۔

امرا جن کی سپردگی میں فوج کے دستے رکھے جاتے تھے۔اکثر بے ایمانی کرتے ، یعنی جس قدر تعداد ان کے کاغذات میں درج ہوتی، اور جس کے لئے وہ حکومت سے رقم وصول کرتے ، حقیقتاً وہ اس سے کم سپاہ رکھتے ، اور اس طرح وہ کافی روپیہ بچا لیتے۔اس کے علاوہ عمدہ قسم کے قیمتی گھوڑے جوان کو دیے جاتے ، وہ فورخت کرکے کم قیمت کے معمولی جانور رکھتے تھے۔معائینہ کے وقت الٹی سیدھی بھرتی کرکے اور دوسرے ناجائز طریقوں سے کام لے کر حکومت کے مطالبات پورے کردیتے۔

سرداران فوج کی یہ حرکتیں نئی نہ تھیں، بلکہ اس سے پیشتر بھی سلاطین کو یہ دقت پیش آئی تھی۔

سلطان خلجی نے اس کا حل یہ نکالا تھا کہ گھوڑوں کو داغ دیا جائے۔اس سلطان کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ کو ترک کر دیا گیا۔بہر حال شیر شاہ نے اس کو پھر جاری کیا، اور اس پر بڑی پابندی سے عمل کیا۔سپاہیوں کا حلیہ بھی جس کو چہرہ کہا جاتا تھا، لکھا جاتا تھا، شیر شاہ کی فوج میں سوار اور پیادہ دستوں کے علاوہ پانچ ہزار ہاتھی بھی تھے۔

شیر شاہ کی انتظامی اصلاحات پر بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔اور بعض جدید تاریخوں میں کافی تفصیلات بھی بیان کی گئی ہیں۔لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ، یہاں جو مختصر اشارات اس کے بعض اقدامات کے متعلق کیے گئے ہیں۔وہ یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ وہ تاریخ کے

مشہور منتظمین اور سیاستدانوں کی صف اول میں جگہ پانے کا مستحق ہے۔

ایک پہلو اس کی عملی سیاست کا اور قابل ذکر ہے کہ شیر شاہ اپنی معدلت گستری کے لئے مشہور ہے۔ بدایونی نے تو اس کی انصاف پسندی پر اتنا زور دیا ہے کہ وہ اپنی تاریخ میں اس بات پر فخر کرتا ہے۔ کہ اس کی ولادت شیر شاہ جیسے انصاف پرور بادشاہ کے عہد میں ہوئی۔

مساوات

شیر شاہ کی انصاف پسندی کسی مخصوص طبقہ یا مذہب کے لئے نہیں تھی، بلکہ اس کی نظر میں ہر شخص برابر تھا، اور حکومت سے انصاف طلب کر سکتا تھا۔ ساتھ ہی یہ بتلانا بھی ضروری ہے کہ اس نے اپنے نظام حکومت بالخصوص عدلیہ کو شرعی بنیادوں پر قائم کرنے کی پوری کوشش کی۔ اور اس میں وہ کامیاب بھی ہو گیا۔ ہماری تاریخ حکمرانی کا یہ بھی ایک اہم نکتہ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس دور میں ہندوؤں اور مسلمانوں پر حکومت کے لئے انصاف پسندی کے اصولوں کی پابندی اسی صورت میں ہو سکتی تھی، کہ شریعت کے قوانین سے علیحدگی اختیار کر لی جائے۔ اسی بنیاد پر یہ لوگ اکبر کی پالیسیوں کی تعریف کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم واقعات کا گہرا مطالعہ کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے، کہ شیر شاہ کا یہ تجربہ کامیاب ثابت ہوا۔ کہ شریعت کی بنیادوں پر قائم کیا جانے والا نظام حکومت برصغیر میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے لئے بھی اطمینان بخش ثابت ہو سکتا ہے۔ غیر مسلموں کو حقوق دینے اور ان کے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے کے لئے ضروری نہ تھا کہ نظم و نسق کو شریعت کی پابندیوں سے آزاد کیا جائے۔

پٹھان و مغل

شیر شاہ اور ہمایوں کی جنگ اور آخر الذکر کی شکست نے پٹھان مغل مسئلہ کو، جس کی ابتدا پانی پت کی پہلی لڑائی سے ہوئی تھی۔اور زیادہ اہم بنا دیا تھا۔مغلوں کے ذہن پر اس شکست اور تحقیر کا جو اثر ہوا تھا، اس کے زائل ہونے کے لئے ایک عرصہ درکار تھا۔

یہ تو ظاہر تھا کہ لودھیوں کے زمانہ سے شمالی برصغیر کے ان علاقوں میں جہاں ان کی حکومت قائم تھی۔پٹھان زمیندار اور سردار کافی تعداد میں موجود تھے۔چنانچہ ۱۵۵۵ء میں ہمایوں کی فتوحات کے نتیجے میں مغلیہ اقتدار تو قائم ہوگیا تھا۔لیکن پٹھانوں کی طرف سے خطرہ موجود تھا، یہی سبب ہے کہ پانی پت کی دوسری جنگ (۱۵۵۶) پہلی لڑائی سے اپنے دوررس نتائج کی بنا پر زیادہ اہم کہی جاسکتی ہے۔لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہیمو کی شکست کے بعد ہی مغلیہ سلطنت کو کچھ استقامت حاصل ہوئی۔

ان واقعات کی موجودگی میں مغلیہ حکومت کے دور اول کا احوال، شیر شاہ کی شخصیت، اور کارناموں کی قدردانی وستائش کے لئے کسی طرح ہمت افزا نہیں ہو سکتا۔اکبر کے عہد کی انتظامی اصلاحات، بالخصوص لگان ومال گزاری، سے متعلق جو تبدیلیاں کی جارہی تھیں۔ان میں سے اکثر ایسی تھیں جن کی داغ بیل شیر شاہ ڈال چکا تھا۔

اکبر کے نورتن

اگر اس کی اصلاحات کو اپنی اصلی کیفیت کے ساتھ شہرت دی جاتی تو ابوالفضل وغیرہ کی وہ منظم کوشش جس کے ذریعے اکبر کو فوق البشر حیثیت دینے کی منزلیں طے

کی جا رہی تھیں ۔ بڑی حد تک نا کام یاب ہو جاتیں ۔ یہاں تو حقائق پر ادبیت اور لفاظی کا مکمل پلستر چڑھا کر یہ امیدیں کی جا رہی تھیں، کہ آنے والی نسلوں کی تیز نگاہ اس کے پار ہرگز نہ جا سکیں گی ۔

کیا یہ امر مضحکہ انگیز نہیں کہ ابو الفضل اپنے مرشد و ہادی کی زبان سے کہلوائے کہ خدا کا شکر ہے، کہ اس کے امراء وزرا میں کوئی دانا شخص موجود نہ تھا، ورنہ لوگ بادشاہ کی ساری کارگزاریوں کا سہرا اسی کے سر باندھتے ۔ غور کیجیے یہ خیال اس بادشاہ کا ہے ۔ جس کے نو رتن کو صرف افسانوں ہی میں جگہ نہیں ملی، بلکہ جس کے دربار یوں اور خدمت گزاروں میں مظفر خاں تربتی اور ٹوڈرمل جیسا ہر دیوان اور لا تعداد فوجی اور دوسرے افسر شامل تھے ۔ جنہوں نے متعدد لڑائیوں میں فتوحات حاصل کر کے مغلیہ سلطنت کو وسعت دی اور اس کے نظام حکمرانی کو ایک اعلیٰ معیار تک پہنچایا ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی نہ بھولیے کہ اس کے ادبی خزانوں سے جو خطابات شیر شاہ اس کے قول کے مطابق (صرف) شیر خاں کو عطا ہوئے ہیں ۔ وہ عیار، مکار، نیرنگ ساز، روباباز، سیاہ بخت، تباہ روزگار وغیرہ ہیں ۔

رفتہ ، رفتہ اکبر کی سلطنت کا ماحول کچھ ایسا ہو گیا کہ اکثر صحیح باتوں کو چھپانا ضروری خیال کیا جاتا تھا ۔ ملا عبد القادر بدایونی باوجود کہ وہ دربار سے منسلک تھے ۔ اپنی منتخب التواریخ کو اکبر کی زندگی میں شائع نہ کر سکے ۔

اکبر کی شخصیت

اکبر کے تاریخ نویس (ابو الفضل) اور ملک الشعراء فیضی کے متعلق جو بھی رائے قائم کی جائے ۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ ان کے متعلق موروخون میں ہمیشہ اختلاف رائے رہے گا ۔ اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ خود اکبر کی شخصیت بعض ہستیوں سے نہایت ممتاز ہے، اس کے بہت سے کارنامے ایسے ہیں کہ ان کی بدولت وہ اس

دوامی شہرت کا قطعی طور پر مستحق ہے۔جس کا ذکر تاریخ کی اکثر کتابوں میں موجود ہے۔اس کے ان کارناموں میں جن کی عظمت وکمال کا اعتراف ہر شخص کو کرنا پڑتا ہے۔علم وفن کی سرپرستی ہے۔

یہاں یہ ذکر بھی ضروری ہے کہ ایک ہوشیار حکمران علم وفن کی سرپرستی کرتے ہوئے سیاسی مقاصد کی بھی تکمیل کرسکتا ہے۔ہم کو معلوم ہے کہ اکبر نے سرکاری تاریخ نویسی کا سلسلہ شروع کیا،اور یہ سلسلہ عالم گیر کے ابتدائی دور تک قائم رہا۔اکبر نامہ،اقبال نامہ،جہانگیری نامہ اور عالم گیر نامہ(پہلے سال کی تاریخ)اسی اقدام کے نتائج ہیں۔

ان مفصل تواریخ کی افادیت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا،لیکن حق نمک خواری ادا کرنے کے جوش میں ان کے مصنف اس حد تک بڑھ گئے کہ حکمرانوں کی تصویروں کو بگاڑ کر انھوں نے کارٹون بنا دیا ہے۔

عالم گیر کی احتیاط

عالم گیر نے یہ خطرہ محسوس کیا کہ سرکاری تاریخ نویسی تاریخی واقعات پر ملمع سازی کر رہے ہیں۔چنانچہ دس سال کی اپنی تاریخ یعنی عالم گیر نامہ کو دیکھنے کے بعد اس نے اس سلسلہ کو ختم کر دیا۔بعض متعصب اور تنگ نظر مصنفین نے اس اقدام کی یہ توضیح کی کہ عالم گیر ڈرتا تھا کہ اس کے گناہوں کا دستاویزی ثبوت آئندہ نسلوں کے ہاتھ نہ آجائے۔یہ لوگ تعصب سے اس قدر متاثر ہو جاتے ہیں کہ دل نہیں مانتا،کہ سرکاری تاریخ نویس تو بادشاہ کی کمزوریوں کو بہترین اصطلاحات کے لباس میں پیش کر رہا تھا۔

ابراہیم خاں دہلی میں

بہلول لودھی کے زمانے میں ابراہیم خاں اپنے قبیلے سے جدا ہو کر نوکری کے لئے دہلی آیا، اور ایک لودھی امیر کے ہاں ملازمت کر لی۔ ابراہیم خاں نے کچھ دن قلعہ فیروزپور میں اور کچھ دن پرگنہ نارنول میں گزارے۔

بہلول لودھی کے بعد اس کا بیٹا سلطان سکندر لودھی بادشاہ ہوا۔ جمال خاں سکندر لودھی کا مشہور امیر جون پور کا حاکم مقرر ہوا۔ جمال حسن بن ابراہیم سور نے جو اس کا پرانا ملازم تھا، بہت عزت افزائی کی۔

مضافات روہتاس میں، سہرام پور اور خواص پور تانڈہ حسن کو بطور جاگیر عطا کیے، اور پانچ سو سواروں کا امیر مقرر کیا۔ حسن کے گھر آٹھ بیٹے پیدا ہوئے۔ فرید اور نظام افغان بیوی کے پیٹ سے پیدا ہوئے، دوسرے بیٹوں کی ماں حسن کے حرم سے تھی۔

حسن کو فرید کی ماں سے انس نہ تھا۔ اسی لیے فرید دوسرے فرزندوں کی طرح لاڈلا نہ تھا۔ فرید باپ سے ناراض ہو کر جمال خان کے پاس چلا گیا۔

شیر شاہ جون پور میں

حسن نے جمال کو خط لکھا کہ فرید کو راضی کر کے واپس بھیج دے۔ تاکہ اس کی تعلیم وتربیت پوری ہو جائے۔ جمال نے فرید کو بہت سمجھایا۔ لیکن فرید نہ مانا۔ کہنے لگا سہرام پور سے زیادہ علماء جون پور میں موجود ہیں۔ میں یہاں رہ کر علم حاصل کروں گا۔

فرید ایک عرصہ تک جون پور میں رہا۔ اس زمانے کا درس گلستان، بوستان، سکندر نامہ پڑھ کر پھر کافیہ اور اس کے حواشی اور دوسری قلمی کتابوں کو پڑھا۔ نظم ونثر

اور تاریخ میں عبور حاصل کیا۔ دو تین برس کے بعد حسن جون پور میں آیا۔ سوری قبیلے کے دوسرے لوگوں نے مل کر باپ بیٹے میں صلح کرا دی۔ حسن نے فرید کو اپنی جاگیر کا داروغہ بنا دیا، اور اسے کام پر روانہ ہونے کو کہا۔

فرید خاں دروغۂ جاگیر

فرید نے روانگی کے وقت باپ سے کہا، کہ دنیا کے ہر کام کا دارومدار خصوصاً سرداری اور امیری کے انصاف پر ہے۔ اگر تم مجھے اپنی جاگیر پر بھیجتے ہو تو میں عدل وانصاف سے نہیں ہٹوں گا۔ تمارے اکثر نوکر تمہارے قریب کے عزیز ہیں۔ جو کوئی بھی انصاف کو ہاتھ سے جانے دے گا۔ میں اسے ضرور سزا دونگا۔ فرید باپ سے اس قسم کی باتیں کر کے رخصت ہو گیا۔ اور جاگیر پہنچ کر کفایت شعاری سے کام لینے لگا۔

اس نے عزیزوں کے ساتھ انصاف ومساوات کا برتاؤ روا رکھا۔ بعض سرکشوں اور شورہ پست چودھریوں کو تنبیہ کرنے کے لیے اپنے ملازمین سے مشورہ کیا، ماتحتوں نے اتفاق رائے سے کہا یہ کہا، چونکہ لشکر آپ کے والد کے ساتھ ہے۔ اور وہ یہاں سے بہت دور کسی مہم پر نامزد کیے گئے ہیں۔ اس لئے ان کی واپسی تک صبر وسکون بہتر ہے۔

فرید نے کہا دوسو زینیں تیار کرو۔

فرید نے ہر موضع کے مکھیا سے ایک، ایک گھوڑا عاریتاً مانگا

گرد ونواح میں جو بے کار سپاہی پیادہ تھے، ان کو بلا کر ان کی مدد کی۔ خرچ اور کپڑے سے ان کی مدد کی۔ آئندہ کے لئے انعام کا وعدہ کیا۔ ان نئے بھرتی شدہ سپاہیوں کو مانگے ہوئے گھوڑوں پر سوار کیا، پھر ان سرکش زمینداروں کے مسکن پر پہنچا، اور ان کے گاؤں کے قریب ٹھہرا۔

فرید نے اپنے گرد حصار بنا کر ہر روز جنگل میں کٹوائی شروع کی۔ پھر سرکش زمینداروں کے قلعے تک پہنچا۔ سرکوب تیار کر کے دشمنوں پر غالب ہوا۔ بہت سے

سرکش قتل ہوئے ،اور بہت سے نظر بند کیے گئے ۔

اس کے بعد فرید کی ہیبت لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گئی۔اس علاقے کے تمام شر پسند اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو گئے،

مال گزاری وقت پر ادا کرنے لگے۔جاگیر کے سب پرگنے آباد ہو گئے۔اس طرح فرید کو پوری قوت حاصل ہوگئی۔اور وہ اپنی شجاعت اور سیاست کے لئے مشہور ہوگیا۔

کچھ عرصے بعد حسن جاگیر میں آیا۔وہ فرید کے انتظام اور اس کی سرداری کے طریقے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔اور بیٹے کی تعریفیں کیں۔حسن کے ہاں ایک کنیز تھی۔جس سے دو بیٹے سلیمان اور احمد پیدا ہوئے۔حسن اس لونڈی پر بہت فدا تھا۔اس نے حسن سے کہا تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تمہارے بیٹے جوان ہو جائیں گے،تو پرگنوں کی داروغگی انہیں دی جائے گی۔اب چونکہ دونوں بالغ ہو چکے ہیں ۔لہذا اپنا وعدہ پورا کرو۔

حسن نے یہ سوچ کر کہ فرید اس کا بڑا بیٹا ہے۔اور بہت نیک ہے۔اپنی محبوبہ کو ٹال دیا۔فرید اس بات کو سمجھ گیا۔لہذا وہ داروغگی سے علیحدہ ہو گیا۔حسن نے جاگیر سلیمان اور احمد کے سپرد کر دی۔اور فرید سے کہا کہاس تبدیلی کی وجہ محض یہ ہے۔کہ جس طرح تم کام کر کے تجربہ کار ہو گئے ہو اسی طرح میں چاہتا ہوں کہ تمہارے بھائی بھی کام کرنے کے قابل ہو جائیں۔اور یہ تو ظاہر ہے کہ میرے بعد میرا جانشین تمہارے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔اس طرح پرگنوں کی حکومت سلیمان اور احمد کے ہاتھ آ گئی۔

فرید کا آگرہ میں قیام

فرید آزردہ ہو کر اپنے بھائی نظام کو ساتھ لے کر آگیا۔ یہاں آکر سلطان ابراہیم لودھی کے مشہور امیر دولت خاں لودھی کے ہاں ملازمت کر لی۔ فرید ایک عرصہ تک لودھی امیر کے پاس رہا۔ اور اسے اپنی خدمات سے بےحد خوش کیا۔

ایک دن دولت خاں نے فرید سے اس کا اصل مقصد دریافت کیا، فرید نے اسے بتایا کہ میرا باپ ایک ہندوستانی کنیز کی محبت میں گرفتار ہے۔ اور وہ عورت میرے باپ پر اس طرح غالب ہے کہ اس کی وجہ سے جاگیر بالکل تباہ ہوگئی ہے۔

اور سپاہی پریشان حال ہیں۔ اگر باپ کی جاگیر ہم دونوں بھائیوں کو مل جائے۔ تو ہم میں سے ایک بھائی پانچ سو سواروں کے ساتھ ہمیشہ بادشاہ کی خدمت میں رہے گا

اور دوسرا جاگیر کی دیکھ بھال کر کے سپاہیوں کے اخراجات اور رعایا کی دیکھ بھال اور باپ کی خدمت کا کام کرے گا

دولت خاں نے فرید کا معروضہ سلطان ابراہیم لودھی تک پہنچا دیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ یہ بدطینت شخص کیسا ہے جو باپ کی شکایت کرتا ہے،

دولت خاں نے فرید کو بادشاہ کا جواب بتایا اور تسلی دی کہ کسی مناسب وقت پھر بادشاہ سے عرض کروں گا۔ اور تمہارا کام بناؤں گا۔

دولت خاں نے فرید کی تسلی و تشفی کے لئے اس کے یومیے میں اضافہ کر دیا، اس ہوشیار افغانی نے اپنی خوش خلقی اور مروت کی وجہ سے سب کے دل میں اپنے لئے جگہ بنا لی، دولت خاں ہر بات میں فرید کا ساتھ دیتا تھا۔ جب فرید کے باپ حسن سور نے انتقال کیا تو دولت خاں نے اس کی خبر بادشاہ کو دی، اور حسن کے پرگنوں کی داروغگی فرید اور نظام کے نام منتقل کروا دی۔

دونوں بھائیوں میں ناراضگی

فرید سہرام، خواص پور اور ٹانڈے کی حکومت کا فرمان لے کر جا گیر کو چلا۔ سلیمان اپنے بھائی فرید کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اس نے پرگنہ، جون پور کے حاکم محمد خاں سور کے پاس پناہ لی، اور اس سے شکایت کی محمد خان پندرہ سو سواروں کا مالک تھا۔ اس نے سلیمان سے کہا، کہ چونکہ بادشاہ بابر ہندوستان پہنچ چکا ہے۔ اور جلد مغلوں اور افغانوں میں معرکہ آرائی ہونے والی ہے۔ اگر ابراہیم لودھی فتح مند ہوا تو میں تمہیں اس کی خدمت میں لے چلوں گا۔ اور سفارش کروں گا۔

سلیمان نے کہا میں اتنا انتظار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میری ماں اور ملازمین مارے مارے پھر رہے ہیں۔ محمد خاں نے اپنا ایک ایلچی فرید کے پاس بھیجا، اور آپس میں صلح کرنے کو کہا۔ فرید نے جواب بھیجا کہ باپ کی زندگی میں جو کچھ اسے ملتا تھا۔ وہ اسے دینے مین کوئی عذر نہیں۔ لیکن اسے حکومت میں حصہ دار نہیں بناؤں گا۔ کیونکہ ایک شہر کے دو حاکم نہیں ہو سکتے۔ بالکل ویسے ہی جیسے ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ سلیمان کا مقصد حکومت میں شریک ہونے کا تھا۔ لہٰذا وہ اس بات پر راضی نہ ہوا۔

محمد خاں نے سلیمان کو تسلیاں دیں، اور کہا کہ تم صبر کرو۔ میں اپنی قوت سے تمہیں فرید سے حکومت چھین کر دوں گا۔ فرید کو بھی اس معاملے سے آگاہی ہوئی۔ لہذا اس نے بھی غور و حوض کیا۔ وہ بابر اور ابراہیم لودھی کی جنگ کا انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ اسی دوران بابر کی فتح کی خبر سارے ہندوستان میں پھیل گئی۔

فرید کو یہ سن کر بہت تشویش ہوئی۔ وہ بہادر خاں ولد دریا خان لوہانی کے پاس پہنچا، بہادر خان نے اس عرصہ میں بہار پر قبضہ کر لیا تھا، اور سلطان محمد کا لقب اختیار کر کےبہار کا بادشاہ بن بیٹھا فرید نے اس کی ملازمت اختیار کر لی۔

ایک دن سلطان محمد شکار کھیلنے شہر سے باہر گیا، کہ اچانک سامنے سے شیر آ گیا،فرید نے شیر کا مقابلہ کیا، اور اسے تلوار سے ہلاک کر دیا۔ سلطان محمد فرید پر بے حد مہربان ہو گیا۔ اور اسے شیر خاں کے خطاب سے نوازا۔ شیر خاں نے رفتہ ،رفتہ سلطان کے مزاج سے واقف ہو کر اپنے لئے اس کے دل میں خاص جگہ حاصل کر لی۔ سلطان خاں نے شیر خاں کو اپنے چھوٹے بیٹے کا اتالیق مقرر کیا، کچھ عرصے بعد شیر خاں رخصت ہو کر اپنی جاگیر میں گیا۔ اتفاقاً اسے وہاں اپنی رخصت سے کچھ زیادہ دن ٹھہرنا پڑا۔

شیر خاں کی مخالفت

ایک دن سلطان اپنی محفل میں بیٹھا شیر خاں کی باتیں کرنے لگا۔ کہ یہ شخص اپنے وعدے کا سچا نہیں، اور ابھی تک واپس نہیں آیا۔ حاکم جون پور محمد خاں نے موقع غنیمت جانتے ہوئے بادشاہ سے کہا، کہ شیر خاں بڑا دغاباز اور مکار ہے۔ وہ سلطان محمود بن سکندر کی آمد کا منتظر ہے، اس طرح کی باتین کر کے حاکم جون پور نے اسے شیر خان کے خلاف کر دیا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ بادشاہ اب شیر خاں سے ناراض ہے، تو اس نے عرض کی کہ اس کی جاگیر اس کے بھائی سلیمان کو دے دی جائے۔ کیونکہ سلیمان اپنے باپ کی زندگی ہی میں اس کا قائم مقام ہو گیا تھا۔ اس نے بھاگ کر میرے ہاں پناہ لی ہے۔ اس کاروائی سے وہ یقیناً آپ کے پاس پہنچے گا۔ سلطان نے شیر خان کی خدمات کا لحاظ کرتے ہوئے بغیر کسی جرم کے کسی قسم کی کاروائی کو مناسب خیال نہ کیا۔ سلطان ن محمد خاں سے کہا کہ وہ جاگیر کو مناسب طریقے سے بھائیوں میں تقسیم کر دے، تاکہ یہ جھگڑہ طے ہو جائے۔

محمد خاں کا پیغام اور شیر خاں کا جواب

محمد خاں سور جب اپنی جاگیر میں واپس آیا، اور سادی نام کے ایک غلام کو شیر خاں کے پاس پیغام دے کر بھیجا، کہ سلیمان اور احمد تمہارے دونوں بھائی مدت سے میرے پاس مقیم ہیں۔اور اپنے حصہ میراث سے محروم ہیں۔لہٰذا بہتر یہ ہے کہ ان کا حصہ ان کو دے دو۔

شیر خان نے جواب دیا کہ یہ سر زمین کسی کی ذاتی ملکیت نہیں، یہ مملکت ہندوستان ہے۔لہٰذا جاگیر اسی کے قبضے میں رہتی ہے جس کو بادشاہ سرفراز کرتا ہے۔آج تک سلاطین ہند کا یہ دستور رہا ہے کہ جو کچھ مرنے والے کا ہوتا ہے۔وہ مال اس کے وارثوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ان وارثوں میں جو سرداری کے قابل ہوتا ہے۔حکومت اسی کو دی جاتی ہے۔میں بھی سلطان ابراہیم لودھی کے حکم سے سہرام ،خواص پور، اور ٹانڈے پر قابض ہوں۔غلام سادی واپس آ گیا اور شیر خاں کا جواب محمد خاں تک پہنچایا،

محمد خاں غصے میں آپے سے باہر ہو گیا، اس نے سادی کو حکم دیا کہ میری ساری فوج لے کر سلیمان اور احمد کے ساتھ جاؤ۔تلوار کے زور سے شیر خاں سے جاگیر چھین کر ان دانوں کے سپرد کر دو۔اور فوج کا زیادہ حصہ ان کی حفاظت کے لئے سہرام چھوڑ کر واپس آ جاؤ۔

اتفاق سے ان دنوں **ملک سکھ** نامی غلام شیر خاں کی طرف سے پور ٹانڈے کا داروغہ تھا، شیر خاں نے دشمن کی آمد کی خبر پا کر **ملک سکھ** کو لکھا کہ دشمن کے مقابلے میں کوئی کمی نہ کی جائے۔سادی وغیرہ خواس پور کے نواح میں پہنچے تو **ملک سکھ** ان کے مقابلے میں آیا اور مارا گیا۔شیر خاں کا لشکر تتر بتر ہو کر سہرام واپس آ گیا۔ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت شیر خان میں نہ تھی، چنانچہ اس نے کہیں بھاگ جانے کا ارادہ

کیا۔

بعض آدمیوں نے رائے دی کہ پھر سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہونا بہتر ہے۔شیر خاں نے جواب دیا کہ محمد خاں سلطان کا مشہور امیر ہے۔لہذا بادشاہ میری خاطر اس کو آزردہ نہیں کرے گا۔شیر خاں نے اپنی سمجھ سے کام لے کر یہ طے کیا کہ اس وقت جنید برلاس کے ہاں پناہ لینی چاہیے۔

جنید برلاس

جنید برلاس بابر کی طرف سے کڑہ مانک پور کا حاکم تھا۔شیر خاں کے بھائی نظام نے اس کی رائے سے اتفاق کیا۔چنانچہ شیر خاں نامہ و پیام اور قول قرار کے بعد جنید برلاس کی خدمت میں حاضر ہوا،اور نذرانہ وغیرہ پیش کیا۔اس طرح وہ مقربوں میں داخل ہوگیا۔شیر خاں نے حاکم کڑہ سے فوج کی امداد لی اور واپس اپنی جاگیر میں آیا۔

محمد خاں سور شیر خاں کا مقابلہ نہ کرسکا،اور وہ رہتاس کے پہاڑون میں جا چھپا۔شیر خان اپنے دو پرگنوں کے علاوہ جون پور اور اس کے گردونواح پر بھی قابض ہوگیا۔اس نے اپنے مددگاروں کی خوب خاطر مدارت کی۔سپاہیوں کو انعام و اکرام دے کر رخصت کیا،اور ان کے ہاتھ سلطان جنید برلاس کو بھی بیش قیمت تحفے بھیجے۔

شیر خاں نے اپنے قبیلے کے ان لوگوں کو جو پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔اپنے پاس بلالیا۔اور ایک اچھی خاصی جماعت بنالی۔اس نے محمد خاں سور کو بھی لکھا،کہ میرا مقصد بھائیوں سے بدلہ لینا تھا۔میں آپ کو اپنے چچا کے برابر سمجھتا ہوں۔لہذا میری عرض ہے کہ آپ کوہستان کی تنگ قیام گاہ سے نکل کر اپنی جاگیر میں واپس آجائیں،اور قبضہ کریں۔اور میرے لئے ذاتی پرگنات اور سلطان ابراہیم کی جاگیر کا وہ حصہ جو میرے ہاتھ آیا کافی ہے۔

محمد خان سور

محمد خان سور اپنی جاگیر میں آگیا، اور شیر خاں کا ممنون ومشکور رہا۔ اب شیر خاں کو اس کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا۔ چنانچہ اپنے بھائی نظام کو پرگنوں کے انتظام کے لئے چھوڑ کر خود سلطنت کی خدمت میں کڑہ چلا گیا۔

اتفاق سے سلطان، بابر سے ملنے جارہا تھا۔ وہ شیر خاں کو بھی اپنے ہمراہ آگرہ لے گیا، شیر خاں بابر کے ہاں پہنچ کر خیر خواہان سلطنت میں داخل ہو گیا، چندیری کے سفر میں شیر خاں بھی بابر کے ہمراہ تھا۔ کچھ دن اس نے بادشاہ کے لشکر میں بسر کیے ،اس نے مغلوں کے طور طریقوں اور عادات سے اچھی واقفیت حاصل کر لی۔

شیر شاہ کا دعویٰ

ایک دن شیر خان نے اپنے دوستوں سے کہا، کہ مغلوں کو ہندوستان سے باہر نکال دینا بہت آسان ہے۔ مصاحبین نے اس دعویٰ کی دلیل پوچھی، تو شیر خان نے جواب دیا۔ کہ اس قوم کا بادشاہ سلطنت کے معاملات میں بہت کم توجہ دیتا ہے۔ سارے معاملات ومہمات کا انحصار وزیروں پر ہے۔ وزراء کی یہ حالت ہے کہ وہ رشوت لے کر سارے شاہی حقوق بھول جاتے ہیں۔ ہم افغانوں میں یہ برائی ہے کہ وہ ایک دوسرے آپس ہی میں دشمن ہیں۔ اگر میری تقدیر یاوری کرے تو میں افغانوں کے دلوں سے نفاق دور کروں۔ اور پھر اپنا کام پورا کروں۔

اس کے دوست اس خیال پر جوان کی نگاہ میں ناممکن تھا، ہنسے اور اس کا مذاق اڑانے لگے۔

بابر کے دسترخوان پر

ایک دن بابر دسترخوان پر تھا۔ ایک طباق ماہچہ کا شیر خاں کے سامنے بھی رکھا

ہوا تھا۔اس نے دیکھا کہ وہ اس کو اس طرح نہیں کھا سکتا۔لہذا سوری افغان نے ماہیچہ کو روٹی پر رکھا، پھر چھری سے اسکے ٹکڑے کر کے پیالے میں رکھے اور کھانا شروع کیا۔

بادشاہ یہ ماجرا دیکھ رہا تھا۔اس نے میر خلیفہ سے کہا کہ اس پٹھان نے آج عجیب کام کیا۔شیر خاں نے جو کچھ محمد خاں سوری کے ساتھ کیا تھا۔اس کی اطلاع بادشاہ کو پہلے مل چکی تھی، بادشاہ کے اس جملے کا اشارہ شیر خاں کی فہم وفراست کی طرف تھا۔اس نے بھی بادشاہ اور امیر خلیفہ کی گفتگو سنی۔اور وہ یہ سمجھ گیا کہ بادشاہ نے مجھے عبرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔چنانچہ وہ تو پہلے ہی توہمات میں مبتلا تھا،اور بھی پریشان ہو گیا، اور اسی رات لشکر سے بھاگ کر اپنی جاگیر میں جا پہنچا۔

وہاں پہنچ کر اس نے سلطان جنید برلاس کو خط لکھا، کہ محمد خان سوری نے میرے خلاف بادشاہ کے کان بھرے ہیں۔

اور اس کا مقصد ہے میری جاگیر پر فوج کشی کرے۔لہذا میں پریشان ہو کر واپس چلا آیا ہوں۔اور اسی پریشانی میں رخصت بھی نہیں لے سکا۔میں اب بھی خواہوں میں سے ہوں۔

شیر خاں کو مغلوں سے بالکل مایوسی ہوگئی۔چنانچہ وہ اپنے بھائی نظام کو لے کر دوبارہ سلطان محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔سلطان نے شیر خاں پر مہربانی کی اور اسے دوبارہ شہزادے جلال کا اتالیق مقرر کر دیا۔شیر خاں کو پھر وہ تقرب حاصل ہو گیا۔قضائے الٰہی سے سلطان کا انتقال ہو گیا۔اور اس کا کم عمر لڑکا جلال باپ کا جانشین ہوا۔

شیر خاں کا اقتدار

جلال خان کی ماں لادو ملکہ نے سلطنت کا انتظام اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔اور شیر خان کی مدد سے ملکی حالات انجام دینے لگی۔کچھ عرصے بعد جلال خاں کی ماں نے انتقال کیا۔

چنانچہ اب بہار کی حکومت پوری طرح سے شیر خاں کے قبضے میں آ گئی۔

بنگال کے حاکم کے ایک امیر مخدوم عالم حاجی پور نے شیر خاں سے دوستی اور رسم پیدا کی، بنگال کا حاکم سلطان مخدوم عالم اس حرکت پر ناراض ہو گیا۔اور منگیر کے حاکم قطب خاں کو بہار فتح کرنے اور مخدوم عالم اور شیر خاں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے نامزد کیا۔

شیر خاں نے بہت کوشش کی، التجائیں کیں، کہ صلح ہو جائے، لیکن کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔چنانچہ اس نے افغانوں کو متحد کیا اور جان ہار کر لڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔

حاکم بنگال سے جنگ

فریقین صف آرا ہوئے اور گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔کافی خون ریزی کے بعد قطب خان مارا گیا اور شیر خاں کو فتح ہوئی، دشمن کے ہاتھی، خزانے اور دوسرا سامان شیر خاں کے ہاتھ آیا۔اب وہ پہلے سے بھی زیادہ باقوت اور صاحب اقتدار تھا۔

اس کے اس ٹھاٹھ سے لوہانی پٹھان جلنے لگے۔وہ اس کی جان لینے کی فکر میں رہنے لگے۔انہوں نے جلال خاں سے جوان کا ہم قوم تھا، اپنے ارادوں سے متعلق مشورے کیے۔لیکن جلال خان کے ملازموں نے شیر خاں کو سارا معاملہ آ کر

بتا دیا۔شیر خاں نے جلال سے کہا تمہارے امیر مجھ سے حسد کرتے ہیں۔اور میرے ساتھ نفاق برتتے ہیں اس کا تدارک کرو، ورنہ میں تم سے علیحدگی اختیار کرلوں گا۔

جلال خان نے کہا تم جو کہو میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔

شیر خاں نے جواب دیا، کہ اپنے امیروں کو دو گرہوں میں تقسیم کرو۔ایک گروہ کو مالیہ وصول کرنے کے لئے پرگنات

میں روانہ کردو۔اور دوسری جماعت کو حاکم بنگالہ کے مقابلہ پر بھیجو۔

اس کے بعد شیر خاں نے اپنی حفاظت کا اتنا اچھا انتظام کیا کہ لوہانی پٹھان اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔چنانچہ لوہانی پٹھانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ محمود شاہ بنگال کی ملازمت کرلی جائے۔اور اسے بہار پر قبضے کے لئے اکسایا جائے۔لہذا وہ مغلوں سے مقابلہ کرنے کے لئے بہانے سے اسے چھوڑ کر سلطان محمود کے پاس چلے گئے۔

ابراہیم خان کی شکست۔

سلطان محمود نے ابراہیم خاں، قطب خان کے بیٹے کو فوج دے کر شیر خاں کے مقابلے پر بھیجا۔شیر خاں مٹی کے بنائے ہوئے قلعے میں بند ہوگیا۔اور روزانہ ایک گروہ کو دشمن سے جنگ کرنے کے لئے بھیجنے لگا۔یہاں تک کہ ابراہیم کو اپنے بادشاہ سے مدد طلب کرنا پڑی۔

شیر خاں بھی اس سے باخبر ہوا، چنانچہ اپنے سپاہیوں کی صفیں درست کر کے صبح کو لشکر لے کر قلعے سے باہر آگیا۔بنگالی سپاہی میدان میں آئے۔ان کے سوار اور پیادے صف بستہ ہوئے۔

شیر خان نے اپنی فوج کے ایک حصے کو دشمن کے مقابل کھڑا کیا۔اور سپاہیوں کے ایک گروہ کا انتخاب کر کے اسے پشت کے پیچھے چھپا دیا۔اور سامنے والے سپاہیوں کو ہدایت دی، کہ وہ دشمنوں پر تیروں کی بوچھاڑ کردیں، اور تھوڑی دیر کے

بعد میدان جنگ سے منہ موڑ کر بھاگیں۔تا کہ دشمن ان کا تعاقب کر سکے۔اور اس طرح وہ اپنے توپخانہ سمیت باہر آجائے۔

چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔بنگالی سپاہیوں نے شیر خاں کی فوج کا تعاقب کیا۔اور وہ ان چھپے ہوئے سپاہیوں کی زد پر آ گئے۔فوج کے اس حصے نے ایک دم ان پر حملہ کر دیا،اور ان کو خاک وخون میں ملا دیا۔

ابراہیم خان بھی اپنے باپ کی طرح لڑائی میں مارا گیا،جلال خاں میدان جنگ سے نیم جان ہو کر بھاگا۔سیدھا بنگال پہنچا۔بنگالیوں کے ہاتھی اور توپ خانہ شیر خاں کے قبضے میں آئے۔اس طرح بہار دشمنوں سے پاک ہوا اور شیر شاہ کو حکومت کرنے کی پوری قوت حاصل ہوگئی۔

لاڈو ملکہ

مورخ لکھتے ہیں کہ اسی زمانے میں تاج خان ایک امیر قلعہ چنار پر سلطان ابراہیم کی طرف سے حکومت کرتا تھا۔اس کی ایک بیگم لاڈو نام کی تھی۔اگر چہ یہ عورت بانجھ تھی،مگر اس کے باوجود تاج خان اس سے بہت محبت کرتا تھا،اس کے بیٹے جو دوسری بیگموں کے بطن سے تھے۔لاڈو ملکہ سے حسد کرتے تھے۔انہوں نے اسے مار ڈالنے کا ارادہ کرلیا۔

ایک رات تاج خان کے بڑے لڑکے نے لاڈو ملکہ پر تلوار سے وار کیا۔ملکہ کے گہرا زخم لگا۔محل میں شور ہوا کہ ملکہ ماری گئی۔تاج خاں بھی ننگی تلوار لیے ہوئے پہنچا،اور بیٹے پر جھپٹا،بیٹے نے یہ دیکھا کہ اب باپ سے جان بچانا مشکل ہے تو تاج خاں پر وار کیا۔نا خلف لڑکے کا ہاتھ پورا پڑا اور تاج خاں ٹھنڈا ہو گیا۔

اس کے مرنے کے بعد لڑکے قلعے کا انتظام نہ کر سکے۔شیر خاں جوان کے پڑوس میں تھا،کو بھی واقعات کا علم ہوا۔اس نے لاڈو ملکہ کے ماموں میر احمد ترکمان

کی معرفت تاج خان کے نالائق بیٹوں کو تنبیہ کرنے کے لئے خط و کتابت کی۔

میر احمد ترکمان تاج خان کا بڑا معتبر ملازم تھا۔ نامہ و پیام کے بعد طرفین میں یہ طے ہوا کہ شیر خان لاڈو ملکہ سے شادی کرے۔ اور چنار کے قلعے پر قبضہ کر لے۔ شیر خان نے ملکہ سے شادی کر کے قلعے کو قبضے میں کیا۔ اس طرح خزانے اور دفینے بھی شیر خاں کے قبضے میں آئے۔

محمد شاہ لودھی

محمد شاہ بن سکندر لودھی نے بابر کے حملوں سے تباہ حال ہو کر رانا سانگا کے ہاں پناہ لی۔ رانا سانگا حسن میواتی اور چند دوسرے زمینداروں کے ساتھ مل کر مقابلہ میں آیا، قصبہ جالوہ کے قریب جنگ ہوئی۔ محمود شاہ شکست کھا کر میدان جنگ سے بھاگا۔ جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔ محمود شاہ چیت پور کے پاس تنہا دن گزار رہا تھا۔ کہ لودھی پٹھانوں کے ایک گروہ نے جو پٹنہ مین جمع ہو گئے تھے، محمود شاہ کو بلایا، محمود شاہ فوراً وہاں پہنچا۔ اور دوبارہ پٹنہ کی حکومت پر قابض ہو گیا۔

محمود شاہ پٹنہ سے ایک لشکر جرار لے کر بہار پہنچا۔ شیر خان یہ دیکھ کر کہ افغان یقیناً شاہ محمود کی اطاعت کریں گے۔ اس کی خدمت میں حاضر ہو گیا، اور اس کی جانثاری کا دم بھرنے لگا۔

محمود شاہ کے امیروں نے بہار کو اپنی جاگیروں میں تقسیم کر لیا۔ شیر شاہ کے حصے میں ایک چھوٹا سا ٹکڑا آیا۔ لودھی امیروں نے شیر شاہ کو تسلی دی، اور کہا کہ جون پور کو مغلوں سے چھڑانے کے بعد بہار پورا تمہارے قبضے میں دے دیا جائے گا۔ شیر خاآن نے محمود سے اس کے متعلق وعدہ لیا۔ اور لشکر کو منظم کرنے کے بہانے سے اپنی جاگیر میں واپس آ گیا۔

جون پور پر قبضہ۔

کچھ دنوں بعد سلطان محمود شاہ لودھی مغلوں سے جون پور واپس لینے کے لئے لڑائی پر آمادہ کیا۔اس نے شیر خاں کو بلا بھیجا،شیر خان نے بہانہ کیا کہمیں لشکر کو درست کر کے بہت جلد بادشاہ کے پیچھے،پیچھے پہنچ جاؤں گا۔

محمود شاہ کے امیروں نے مشورہ دیا کہ چونکہ شیر خان بہت مکار اور بہانہ باز ہے،لہذا ہمیں جاگیر میں جا کر اسے اپنے ہمراہ لے کر چلنا چاہیے۔محمود شاہ فوج لے کر جون پور کی طرف بڑھا۔ہمایوں کے جون پوری امیر محمود شاہ کا مقابلہ نہ کر سکے۔وہ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے۔

جون پور کے علاقے پر افغانوں کا قبضہ ہو گیا۔بلکہ مانک پور تک کا علاقہ ان کی آماجگاہ بن گیا۔

ہمایوں کی فتح

اس حملے کے وقت ہمایوں کالنجر میں تھا،افغانوں کے غلبے کی اسے اطلاع پہنچی،لہذا اس نے جون پور کا رخ کیا،بن افغان اور بایزید ہمایوں کے مقابلے میں آئے۔شیر خاں ان دونوں کی امیری اور سرداری سے جلتا تھا۔اور ان سے عزت و وقعت میں بڑھنا چاہتا تھا۔

حالات و واقعات دیکھ کر وہ مغلوں کے غلبے کا اندازہ بھی کیے ہوئے تھے۔چنانچہ اس نے مغلوں کے مشہور امیر اور فوج کے سپاہ سالار میر مندو بیگ کو خفیہ طور پر پیغام پہنچایا،کہ میں بابر کا نمک خوار ہوں۔لہذا تم دیکھنا کہ افغانوں کی شکست میری وجہ سے ہوگی،

اپنے قول کے مطابق شیر خاں لڑائی کے دن اپنی فوج لے کر افغان لشکر سے

علیحدہ ہو گیا۔ ہمایوں کو فتح نصیب ہوئی۔محمود شاہ لودھی پریشان ہو کر پٹنہ واپس آ گیا۔اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔۹۴۹ء میں محمود شاہ اڑیسہ چلا گیا اور وہیں وفات پائی۔

ہمایوں کی قلعہ چنار روانگی

اس فتح کے بعد ہمایوں آگرہ روانہ ہوا۔امیر مندو بیگ کو شیر خاں کے پاس بھیجا،اور حکم دیا کہ چنار کا قلعہ اس کے حوالے کر دے۔شیر خاں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔مندو بیگ ناکام واپس آیا۔

ہمایوں نے قلعہ چنار کا رخ کیا۔امیروں کے ایک گروہ کو اپنے آگے روانہ کر دیا۔تاکہ قلعے کا محاصرہ کریں۔شیر خاں نے ہمایوں کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا۔کہ میں حضرت بابر کی زوجہ اور امداد سے اس مرتبہ پر پہنچا ہوں۔اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ افغانوں اور بایزید کے خلاف بادشاہ کی فتح کا سب سے بڑا سبب ہی میں ہوں۔اگر بادشاہ چنار کا قلعہ میرے قبضے میں رہنے دو تو میں اپنے لڑکے قطب خاں کو لشکر کے ہمراہ شاہی خدمت میں روانہ کروں گا۔تمام عمر اطاعت و فرمانبرداری کروں گا۔

اس زمانے میں ہمایوں کو بہادر شاہ گجراتی کے حملوں نے پریشان کر رکھا تھا۔لہٰذا مصلحتاً شیر خاں کی درخواست کو منظور کر لیا۔شیر خان نے قطب کو اپنے نائب کل عیسیٰ خاں صاحب کے ساتھ ہمایوں کی خدمت میں بھیج دیا۔

گجرات کی مہم

بادشاہ گجرات کی مہم پر روانہ ہوا،قطب خاں پانچ سواروں کے ساتھ کچھ دن ہمایوں کے ہمراہ رہا،اور پھر وہاں سے بھاگ کر شیر خاں کے پاس پہنچ گیا۔اس

دوران میں شیر خان نے بہار کو دشمنوں اور باغیوں سے خالی کر دیا، اور بنگال پر فوج کشی،

بنگال کے امیر گڑھی کی حفاظت میں مصروف ہو گئے۔ ایک مہینے تک شیر خاں سے جنگ ہوتی رہی۔ فتح شیر خاں کو ہوئی، چنانچہ وہ بنگال میں داخل ہوا محمود شاہ بنگالی شیر خاں کے سامنے جم نہ سکا اور قلعہ کور میں محصور ہو گیا۔

ایک عرصہ تک شیر خاں نے محاصرہ جاری رکھا۔ لیکن یہ خبر سن کر کہ بہار میں ایک زمیندار نے فساد مچا رکھا ہے۔ اس نے خواص خاں اور دوسرے امیروں کو بنگال کی فتح کے لئے وہیں چھوڑا اور خود واپس آیا۔

شیر خاں نے بہار کے فتنہ و فساد سے فرصت پا کر سلطان محمود شاہ کا پیچھا کیا۔ سلطان کو مجبوراً شیر خاں کے مقابلے میں آنا پڑا۔ چنانچہ وہ زخمی ہو کر بھاگ گیا اور اس طرح بنگال شیر خان کے قبضے میں آ گیا۔

شیر خاں کی بیخ کنی کا عزم

ہمایوں گجرات سے فارغ ہو کر آگرہ آ پہنچا۔ بادشاہ نے شیر خاں کی بیخ کنی کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ فوج لے کر چنار روانہ ہو گیا۔ قلعے کا حاکم جلال خان، غازی خاں سور اور دوسرے افغانی امیروں کو قلعے میں چھوڑ کر جھار کھنڈ کے کوہستان میں بھاگ گیا۔

محاصرے کو چھ مہینے گزر گئے۔ رومی خان مہتمم توپ خانہ شاہی نے دریا میں سر کوب بنا کر مغل سپاہیوں کو قلعے میں داخل کر دیا۔ قلعہ ہمایوں کے قبضہ میں آ گیا۔ سلطان محمود شاہ شیر خان کے ہاتھوں زخمی ہو کر ہمایوں کی خدمت میں روانہ ہوا،

شیر خان نے یہ خبر سن کر جلال خان اور خواص خاں کو فوج کا بڑا حصہ دے

کر گڑھی کی حفاظت کے لئے بنگال کی سرحد پر روانہ کیا۔ ہمایوں نے جہانگیر قلی بیگ اور دوسرے مغل سرداروں کو آگے روانہ کیا، خواص خاں وغیرہ نیمغل امیروں سے جنگ کی، اورانہیں پسپا کر دیا۔

ہمایوں نے دوبارہ فوج بھیجی، اور پیچھے پیچھے خود بھی روانہ ہو گیا۔ گڑھی فتح ہو گئی۔ جلال خاں گڑھی سے بھاگ گیا، ہمایوں وہاں سے گزرا۔ شیر خاں شہر کو خالی کر کے چہار کھنڈ کی طرف روانہ ہوا۔ اب وہ رہتاس کے قلعے پر قبضے کی تدبیریں سوچنے لگا۔

شیر خان کا مقصد یہ تھا کہ اس مشہور و معروف قلعے کو فتح کر کے اپنے اہل و عیال کو اس قلعے میں چھوڑ کر پھر سکون اور اطمینان کے ساتھ معرکہ آرائیوں میں مصروف ہو جائے۔

قلعہ رہتاس پر قبضہ

شیر خان نے محسوس کیا کہ لڑائی کر کے قلعہ فتح کرنا مشکل ہے۔ چنانچہ اس نے راجہ کو مکر و فریب دے کر قلعہ حاصل کرنے کی ترکیب سوچی۔ اس نے ایک قاصد کو راجہ ہر کشن کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ میرے پاس بہت بڑا لشکر جمع ہو گیا ہے۔ ملک بہار بہت چھوٹا ہے۔ اس لیے میرا ارادہ یہ ہے کہ بنگال بھی فتح کروں۔ لیکن چاروں طرف مغلوں کا دور دورہ ہے۔ اس لئے مجھے سکون و اطمینان نہیں۔

مجھے تمہاری دوستی پر بھروسہ ہے۔ میری یہ تمنا ہے کہ تم میرے اور میرے سپاہیوں کے اہل و عیال کو اپنے قلعے میں جگہ دو۔ پھر میں اطمینان کے ساتھ اپنے مقصد کو پورا کرتا رہوں گا۔

راجہ نے شیر خاں کی اس درخواست کو منظور کر لیا، شیر خاں نے دوبارہ نفیس تحفے

وتحائف اپنے باتونی ایلچیوں کے ہاتھ راجہ کو بھیجے اور یہ کہلا بھیجا کہ میں اپنے سپاہیوں کی عورتیں اور کچھ خزانہ قلعے میں بھیجوں گا۔اگر میری قسمت میں بنگال کی فتح ہوئی تو میں واپس آکر احسان کا بدلہ دے سکوں گا،اگر خدا نہ کرے کوئی حادثہ ہو گیا تو اس حالت میں میرے اہل عیال اور مال و دولت کا تمہارے پاس رہنا نسبتاً اچھا ہے۔میں نہیں چاہتا کہ میرے پرانے دشمن مغل میرے ملک پر قابض اور متصرف ہوں۔ہر کشن لالچ میں آکر شیر خاں کی بات مان چکا تھا۔شیر خاں نے ایک ہزار ڈولیاں تیار کیں،اور عام رواج کے مطابق ڈولیوں پر پردہ ڈال کر،جس طرح کہ ہندوستان میں عورتوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں۔ہر ڈولی میں دو سپاہی بٹھائے،اور پانچ سو سواروں کو مزدوروں کا لباس پہنا کر روپوں کے توڑے ان کے سروں پر رکھے،اور ہتھیار کی بجائے لکڑی کے ڈنڈے ان کے ہاتھوں میں دیے۔اس صورت میں ان لوگوں کو قلعہ رہتاس کی طرف روانہ کیا۔

پہلی چند ڈولیوں میں بوڑھی عورتوں کا ایک گروہ بٹھایا ہوا تھا۔اور ان کے ہمراہ خواجہ سرا بٹھائے ہوئے تھے۔چنانچہ راجہ اور ان کے اہل کار ان کو دیکھ کر مطمئن ہو گئے۔مزید کسی کی تفتیش نہ کی۔مال واسباب کو اپنا سمجھ کر جلدی،جلدی قلعے کے اوپر بھیجنے لگے،ڈولیاں اس حویلی میں پہنچا دی گیں جو راجہ نے ان کے لئے مقرر کی تھیں۔

چنانچہ تجربہ کار سپاہی جنہیں راجہ عورتیں سمجھے بیٹھا تھا۔ایک دم تلواریں لیے ڈولیوں سے نکل پڑے۔مزدوروں نے بھی لوہے کی اشرفیاں جنہیں سونے کے سکوں کی طرح اٹھایا ہوا تھا۔سر سے پھینک کر اپنی لاٹھیاں سنبھال لیں۔

پھر یہ لوگ قلعے کے دروازے کی طرف جھپٹے۔غافل راجہ اور اس کے سپاہی ان کی زد میں تھے۔اسی اثنا میں شیر خاں بھی جو لشکر تیار کیے بیٹھا تھا۔اور آواز کا منتظر

تھا۔ قلعے کے دروازے تک پہنچ گیا۔اسے قلعے کا دروازہ کھلا ہوا ملا،

چنانچہ وہ بہت سے سپاہیوں کے ساتھ قلعے میں گھس آیا۔

راجہ ہر کشن اور اس کے سپاہیوں نے کچھ دیر مزاحمت کی ،مگر یہ دیکھ کر کہ اب تو یہ تیر کمان سے نکل چکا ہے۔قلعہ کے عقبی دروازے سے بڑی مشکل سے جان بچا کا بھاگا۔چنانچہ اس طرح رہتاس کا مشہور و معروف قلعہ مع خزینوں اور دفینوں کے اس قدر آسانی سے شیر خاں کے قبضے میں آگیا۔

قلعہ رہتاس

رہتاس کے متعلق یہ کہنا کچھ مبالغہ آمیز نہیں ، کہ یہ قلعہ مضبوطی میں بے نظیر تھا۔مولفین تاریخ نے اکثر مشہور اور بڑے قلعے دیکھے ہیں۔لیکن رہتاس کا دوسروں سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ قلعہ ایک اونچے پہاڑ کے دامن سے لے کر صوبے سے متصل واقع ہے۔طول وعرض میں پانچ کوس سے زیادہ ہے۔پہاڑ کے دامن سے لے کر قلعے کے دروازے تک ایک کوس سے زائد راستہ ہے۔قلعہ کے اکثر مکانوں میں میٹھے پانی کے چشمے ہیں۔قلعے میں جہاں کہیں بھی کنواں کھودا جاتا ہے۔زیادہ سے زیادہ دو گز کے فاصلے سے میٹھا پانی نکل آتا ہے۔

جس کسی نے بھی اس قلعے کو دیکھا،اس نے خدا کی قدرت اور کاریگری کی تعریف کی۔شیر خاں سے قبل کسی بادشاہ کو اس قلعے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔لیکن شیر خاں کی قسمت دیکھے کہ یہ قلعہ نہایت آسانی سے اس کو مل گیا۔

افغانوں کے حوصلے بڑھ گئے،انہوں نے اپنے اہل وعیال کو قلعہ میں چھوڑا،اور تمام بندوبست کرنے کے بعد سکون واطمینان کا سانس لیا۔

ہمایوں کی شکست

ہمایوں شہر کور جسے پرانی کتابوں میں لکھنوتی کہا گیا ہے۔تین مہینے سے آرام کی زندگی بسر کر رہا تھا۔اسے پتہ چلا کہ ہندال میرزا نے آگرہ اور میوات میں فساد برپا کر رکھا ہے۔اور شیخ بہلول کو قتل کر دیا ہے۔نیز خطبہ میرزا کے نام کا پڑھا جاتا ہے۔

ہمایوں نے جہانگیر بیگ کو پانچ ہزار چنیدہ سپاہیوں کے ساتھ شہر کور میں چھوڑا،اور خود آگرہ کی طرف چل پڑا۔برسات کی شدت،گندگی اور کیچڑ کی وجہ سے شاہی لشکر میں بے سروسامانی اور تباہی مچ گئی۔

شیر خاں نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھایا،اور ایک جرار لشکر لے کر راہ میں آن ڈٹا۔اس نے جوسا کے قریب ڈیرے ڈالے،اور اپنے لشکر کے گرد حصار بنا کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔خط و کتابت کرنے کے بعد شیر خاں نے اپنے مرشد شیخ خلیل کو ہمایوں کے پاس یہ پیغام بھیجا،کہ بہار سے لے کر گڑھی تک کا سارا علاقہ بادشاہ کے تصرف میں چھوڑتا ہوں۔یہاں خطبہ اور سکہ بادشاہ کے نام کا جاری کروں گا۔

چنانچہ صلح کی شرائط طے ہو جانے کے بعد شاہی لشکر دشمن سے بے خوف ہو گیا۔اور انہوں نے دریائے جوسا پر پل باندھ کر پار اترنے کا ارادہ کیا۔

شیر خاں نے دیکھا کہ ہمایوں کی فوج دشمن سے بالکل بے خوف ہے،چنانچہ اس نے رات کو دھاوا بول دیا،اور صبح کو (۹۴۶ ہجری میں) باقاعدہ فوج اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ لڑائی کے میدان میں آ گیا۔شاہی لشکر کو صفیں درست کرنے کا موقع بھی نہ ملا۔

اس کاروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمایوں کو شکست ہوئی،اور وہ بڑی پریشانی سے آگرہ کی طرف بھاگا۔شیر خان بنگال واپس آ گیا۔

جہانگیر قلی بیگ نے اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ کئی دفعہ شیر خاں سے مقابلہ کیا، چونکہ اس کے پاس رسد کی کمی تھی لہذا اسے مجبوراً شیر خاں کا شکار بننا پڑا۔

شیر خاں کے نام کا خطبہ وسکہ

اب شیر خاں نے اپنے نام کا خطبہ وسکہ جاری کیا۔ اور شیر شاہ کا لقب اختیار کیا۔ دوسرے سال بڑی شان وشوکت کے ساتھ آگرہ کا رخ کیا۔ نازک وقت میں لوگ غیروں کو اپناتے ہیں۔ کامران مرزا بادشاہ کو چھوڑ کر لاہور چلا گیا۔

چغتائی امیروں نے بادشاہ کی مخالفت اس بناء پر شروع کی۔ کہ ہمایوں ترکمانی شیعوں کی بہت پرورش اور عزت کرتا تھا، ان تمام مشکلات کے باوجود ہمایوں آگرہ سے قنوج روانہ ہوا۔ اور دریائے گنگا کو عبور کیا۔ اس وقت مغلوں کا لشکر ایک لاکھ پر مشتمل تھا۔ اور افغان پچاس ہزار تھے۔

دس محرم ۹۴۷ھ کو مغل سپاہیوں نے پیش قدمی کی، اور بلندی سے نیچے اترنا شروع کیا۔ شیر شاہ فوراً ہوشیار ہو گیا اور صفیں درست کر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ مغلوں نے بغیر لڑائی کے شکست کھائی، ہمایوں نے گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اور مشکل سے پار پہنچا اور لاہور کا رخ کیا، شیر شاہ نے لاہور تک تعاقب کیا۔ ہمایوں سندھ روانہ ہو گیا، شیر شاہ نے خوشاب تک پیچھا کیا۔ اس جگہ اسماعیل خان، غازی خان، اور فتح خان بلوچ، دو بلوچوں کے سردار شیر شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

شیر شاہ نے کوہستان نندنہ اور بالغات، کے حوالی کا معائینہ کیا۔ اور ایک جگہ پر قلعہ تعمیر کروایا اور اس کا نام رہتاس رکھا، اور اپنے غلام خواص خاں کو جس کی وجہ سے اسے ہندوستان کی سلطنت نصیب ہوئی تھی۔ امیر الامراء مقرر کیا۔ اور ممالک محروسہ دسواں حصہ اسے جاگیر میں دے دیا۔

خواص خان

خواص خان کی بہادری اور مردانگی کا شیر شاہ کی فتوحات میں بڑا حصہ ہے۔شیر شاہ نے خواص خاں کو ہیبت خان نیازی اور ایک لشکر جرار کے ساتھ وہیں چھوڑا اور خود آگرہ روانہ ہوا۔

یہاں آکر اسے معلوم ہوا کہ خضر خاں شیروانی جو شیر شاہ کی طرف سے بنگال کا حاکم تھا، سلطان محمود شاہ بنگالی کی بیٹی سے شادی کر کے شاہانہ عظمت واقتدار کا مالک بن بیٹھا ہے۔شیر شاہ نے یہ خیال کر کے کہ ابھرتے ہوئے سر کا کچلنا بہتر ہوتا ہے۔بنگال کا رخ کیا۔

شیر شاہ کے پہنچنے پر خضر خاں شیروانی اس کے استقبال کو آیا۔شیر شاہ نے اسے نظر بند کر دیا۔اس کے بعد بنگال کو چند آدمیوں میں تقسیم کیا۔اور اس کی مرکزی طاقت کو توڑا۔

کڑہ کے مشہور و معروف فاضل قاضی فضل کو جو نہایت دیانتدار اور پرہیزگار آدمی تھا، اور عام طور پر قاضی فصیح کے نام سے مشہور تھا۔یہاں کا امین مقرر کیا، اور اسے سیاہ سفید کا مالک بنا کر خود آگرہ آگیا۔

مالوہ پر حملہ

۹۴۹ھ میں شیر شاہ نے مالوہ پر حملہ کیا، اور گوالیار پہنچا۔شیر شاہ کے امیر شجاعت افغان نے جو اس سے قبل گوالیار کے محاصرے کے لئے نامزد کیا گیا تھا، ہمایوں کے قلعے دار ابوالقاسم بیگ کو باہر نکال کر قلعے پر قبضہ کر لیا تھا۔

شیر شاہ مالوہ جا پہنچا۔مالوہ کا حاکم ملو خان خلجی بادشاہوں کا غلام تھا۔وہ صلح کا طالب ہو کر بغیر بلائے واپس چلا گیا۔کچھ دنوں بعد ملو خان اسقدر خوف زدہ ہوا کہ

جس طرح آیا تھا اسی طرح بلا اجازت واپس چلا گیا، شیر خان نے حاجی کو مالوہ کا حاکم بنا دیا۔ شجاعت خان کو سیوداس کی جاگیر دے کر دونوں کو وہاں چھوڑا اور خود رن تھمبور روانہ ہو گیا۔

رن تھمبور پر قبضہ

شیر شاہ روانگی کے ساتھ ملو خان مالوہ پہنچا۔ حاجی خان اور شجاعت سے لڑا، مگر شکست کھا کر بھاگا۔ اس فتح کا سہرا شجاعت خان کے سر رہا، شیر شاہ نے حاجی کو بلوا کر شجاعت خان کو مالوہ کا حاکم بنا دیا۔

شیر شاہ نے رن تھمبور پہنچ کر چرب زبان اور باتونی ایلچیوں کو سلطان محمود لودھی کے گماشتوں کے پاس بھیجا، اور ان سے صلح کر کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔

ملتان کی فتح

شیر شاہ نے یہاں ایک سال قیام کیا، اور ملک اور فوج کے انتظام کو درست کیا، پھر ہیبت خان کو حکم دیا کہ ملتان کو بلوچیوں سے چھڑا کر شیر شاہ کی حکومت میں شامل کرے

ہیبت خان، فتح خاں بلوچ سے معرکہ آرا ہوا، اور ملتان فتح کر کے شیر شاہ کی سلطنت میں شامل کر لیا۔ شیر شاہ نے ہیبت خاں کو اعظم ہمایوں کے خطاب سے نوازا۔

پورن مل کی بغاوت

۹۸۰ھ میں پورن مل پورنیہ نے قلعہ رائے سین میں طاقت پکڑ اور بغاوت کی۔ پورن مل نے اس علاقے کے اکثر پرگنات پر قبضہ کر کے دو ہزار مسلمان عورتیں اپنے حرم میں داخل کر رکھی تھیں۔ یہ مسلمان عورتیں رقاصوں اور مغنیہ کا کام

سرانجام دیتی تھیں۔

شیر شاہ یہ واقعہ سن کر غصے میں آیا۔ چنانچہ اس نے رائے سین کے قلعے پر حملہ کر دیا اور محاصرہ کرلیا۔ محاصرے کی طوالت کی وجہ سے شیر شاہ نے بات چیت شروع کی اس نے وعدہ کرلیا کہ پورن مل کی جان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ پورن مل اپنے بال بچوں اور چار ہزار راجپوتوں کے ساتھ قلعے سے باہر ایک جگہ پر قیام پذیر ہوا۔ علمائے وقت میں سے میرزا رفیع الدین نے باوجود عہدو پیان کے پورن مل کے قتل کا فتویٰ دے دیا۔

شیر شاہ نے اپنا لشکر اور ہاتھی راجہ کے سر پر لا کھڑے کیے اور شاہی لشکر نے اسے چاروں طرف سے گھیرلیا۔ راجپوت اس قدر بہادری سے لڑے کہ رستم اور اسفندیار کی داستانیں بھی ان کی بہادری و مردانگی کے آگے بچوں کا کھیل معلوم ہونے لگیں۔ تلواروں اور تیروں اور ہاتھیوں پر گر کر ساری قوم قتل ہوگئی۔

مارواڑ پر حملہ

شیر شاہ اس معرکے سے فارغ ہو کر آگرہ آیا۔ چند مہینے قیام کر کے سارے لشکر کو منظم کیا، اور پھر مارواڑ پر حملہ کر دیا۔ ہر منزل کے بعد شیر شاہ لشکر کے گرد قلعے بنواتا، اور خندقیں کھدواتا چلا گیا، اس طرح سے احتیاط اور دور اندیشی سے کام لیتا ہوا وہ ریگستان میں پہنچا، یہاں قلعے بنوانا مشکل ہوگیا۔ چنانچہ عقل مند بادشاہ نے بوروں میں بالو بھرنے کا حکم دیا۔ اور بوروں کو اوپر نیچے رکھ کر قلعہ بندی کی۔

شیر شاہ کا پہلا حملہ تاگورا اور جلودھر کے راجہ مالدیو پر ہوا۔ یہ راجہ فوج اور شان وشوکت میں تمام ہندوستانی راجاؤں میں ممتاز تھا۔ پچاس ہزار راجپوت بادشاہ کے گرد جمع ہو گئے۔ راجہ اپنے بھائیوں کے ہمراہ ایک ماہ تک اجمیر کے قریب خیمہ زن رہا۔ فریقین میں کسی نے پیش قدمی نہ کی۔ جب شیر شاہ کو راجہ اور اس کے لشکر کا علم ہو

اتو اسے اپنے سفر پر قدرے افسوس ہوا۔

جعلی خطوط

راجہ مالدیو نے حکومت وراثت میں حاصل نہیں کی تھی۔ بلکہ اپنے علاقے کے تمام راجاؤں کو زیر کر کے مہاراجہ بنا تھا۔مظلوم راجاؤں نے موقع پا کر شیر شاہ سے پناہ مانگی،

شیر شاہ کے مشورے سے ان راجاؤں نے مالدیو کے افسروں،اور سرداروں کی طرف سے شیر شاہ کے نام ہندی زبان میں ایسے خط لکھے،جن کا مضمون یہ تھا،ہم لوگ مجبوراً مالدیو کی اطاعت کرر ہے ہیں۔اور ہم نے کسی غیبی امداد کے بھروسے راجہ کے ظلم وستم برداشت کیے۔خدا کا شکر ہے کہ آپ جیسا طاقتور بادشاہ اس ملک پر حملہ آور ہوا ہے۔

تا کہ اس ظالم سے ہمارا بدلہ لے،ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جس وقت آپ کی فوج یہاں پہنچ جائے گی۔ہم مالدیو سے الگ ہو کر آپ کی مدد کریں گے۔

ان خطوط کے مضمون کے مطابق شیر شاہ کا جواب بھی بادشاہ کی طرف سے اسی طرح لکھا گیا،کہ اگر خدا نے چاہا تو مالدیو کو شکست دے کر تمہاری دادرسی کرونگا۔اور تمہارے موروثی علاقے تمہیں واپس دے کر تمہارے مراتب بلند کرونگا۔تم لوگوں کو چاہیے کہ صبر وسکون سے میرا ساتھ دو۔

مالدیو کی پریشانی

یہ جعلی خطوط کسی طرح سے مالدیو پہنچائے گئے۔راجہ ہمیشہ اپنے زمینداروں سے خائف رہتا تھا۔ان خطوط کو دیکھ کر اس کے اوسان جاتے رہے،اور اس کے باوجود کہ وہ تین چار منزلیں طے کر چکا تھا۔جہاں تھا وہیں سہم کر رہ گیا۔

راجہ کے ایک کنہیا نامی سردار نیجو اپنی فوج اور ذاتی بہادری کی وجہ سے تمام امیروں میں ممتاز تھا، راجہ کو آگے بڑھ کر معرکہ آرائی کا مشورہ دیا۔ ان جعلی خطوط میں ایک کنہیا کے نام کا بھی تھا۔ لہذا راجہ کا شک یقین میں بدل گیا، کہ کنہیا مصلحتاً اسے لڑائی کے لئے ابھار رہا ہے۔ چنانچہ اس کے وہم میں اور اضافہ ہوا۔ اور اس نے واپسی کا مصمم ارادہ کرلیا۔

کنہیا اور چند دوسرے سرداروں نے راجہ کو سمجھایا مگر وہ نہ مانا۔ ان ہندو سرداروں کو بھی ان خطوط کی اصلیت معلوم ہوئی۔ چونکہ غداری کا جرم ہر مذہب میں نا قابل معافی ہوتا ہے۔ اور خاص کر راجپوت مسلمانوں کی طرح اسے نا قابل معافی اور بڑے شرم کی بات سمجھتے ہیں۔

اس تجویز کے بعد جب کہ مالدیو اپنے دور دراز ملک کو واپس جا رہا تھا، کنہیا اور اس کے دوسرے ساتھی امیر راجہ سے رخصت ہوئے، اور دس بارہ ہزار سواروں کے ساتھ جن کی بہادری آزمائی ہوئی تھی، شیر شاہ کے لشکر پر شب خون مارنے کے لئے بڑھے، اتفاق سے یہ سردار راستہ بھول گئے اور بجائے رات کے دن کو شیر شاہ کے لشکر کے پاس پہنچے، ان ہندو سرداروں نے افغان لشکر پر جو اسی ہزار سے کم نہ تھا، بڑی جرات اور بہادری کے ساتھ حملہ کیا، اور افغانون کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔

جلال خاں جلوانی

قریب تھا کہ شیر شاہ کے قدم میدان جنگ سے اکھڑ جاتے، کہ اچانک ایک افغان امیر جلال خاں جلوانی جس کی شجاعت اور پختگی مشہور تھی۔ تازہ لشکر کے ساتھ عین وقت پر پہنچ گیا، جلوانی امیر یہ حالت دیکھتے ہی راجپوتوں پر ٹوٹ پڑا، اور ان کو منتشر کر دیا، کنہیا اور دوسرے سردار مارے گئے۔ شیر شاہ کو شکست کے بعد فتح

نصیب ہوئی

شیر شاہ نے کہا خیر گزری ورنہ ایک مٹھی بھر باجرے کے لئے ہندوستان کھو بیٹھتا۔

بات یہ تھی کہ مالدیو کے علاقے میں ریگستان ہونے کی وجہ سے جوار اور باجرہ کے سوا، گہیوں چاول، جو، نیشکر، اور ترکاریاں وغیرہ بہت کم پیدا ہوتی تھیں۔ اس علاقے میں اکثر کھیت باجرے کے ہی ہوتے ہیں۔ مالدیو کو بھی اپنے بے گناہ امیروں کی لڑائی اور ان کے مارے جانے کا حال اور افغانوں کے مکروفریب کا پتا چلا تو اسے بے حد افسوس ہوا۔ وہ کوہستان جودھ پور کی طرف ناکام ہو کر بھاگ نکلا

شیر شاہ اس غیبی امداد سے کامیاب ہو کر قلعہ چتوڑ کی طرف روانہ ہوا۔

کالنجر پر لشکر کشی

چتوڑ پر صلح صفائی سے قبضہ کرنے کے بعد وہ رن تھمبور پہنچا، رن تھمبور کو شیر شاہ نے اپنے بڑے لڑکے کو جاگیر میں دے دیا تھا، اس لیے اس کے لڑکے نے قلعہ میں انتظام کی غرض سے چند روز کی اجازت حاصل کر لی۔ اس کے بعد شیر شاہ ہندوستان کے سب سے مشہور ترین اور مضبوط حصار قلعہ کالنجر کی طرف چلا۔

بارود کا حادثہ

قلعے کا راجہ پورن مل کے ساتھ افغانوں کی بد عہدی سے بے خبر تھا۔ لہذا راجہ نے اطاعت سے انکار کر دیا، اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا۔ شیر شاہ نے قلعے کو چاروں طرف سے گھیر لیا، جہاں بادشاہ خود کھڑا تھا وہاں بارود سے بھرے ہوئے ڈبے رکھے تھے، ان کو سپاہی آگ لگا کر قلعے کے اندر پھینک رہے تھے۔

اتفاق سے ایک ڈبہ قلعے کی دیوار کے ساتھ ٹکرا کر الٹ گیا۔

اور دوسرے دبوں کے درمیان آ گرا۔اس کے گرتے ہی ڈبوں کو آگ لگ گئی ۔شیر شاہ مع اپنے مرشد شیخ خلیل اور ملا نظام دانشمند و دریا خان کے جل گیا۔

وفات

شیر شاہ اسی حالت میں مورچہ میں پہنچا۔ بے ہوشی طاری تھی، جب کبھی سانس ٹھیک چلنے لگتا ہوش آ جاتا۔تو بلند آواز سے اپنے لشکر کو لڑنے کی تاکید اور اپنے خاص امیروں کو بڑے اہتمام اور تاکید کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں روانہ کرتا،

اسی دن جب کہ شام ہو رہی تھی ۔۹۵۲ھ بارھویں ربیع الاول کو شیر شاہ نے قلعے کے فتح ہونے کی خبر سنی، اور اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

عہد حکومت

شیر شاہ کا عہد اتنا پر امن تھا کہ مسافر جنگل میں اپنا سامان بے کھٹکے سرہانے رکھ کر آرام اور اطمینان سے سوتے تھے۔بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ ایک بڑھیا بھی روپے اور اشرفیوں کا گھڑا اپنے پاس رکھ کر سوتی تو اسے پاسبان کی ضرورت نہ ہوتی۔شیر شاہ جب کبھی آئینے میں اپنی سفید داڑھی دیکھتا تو کہتا، کہ دولت نے شام ہونے پر میرا ساتھ دیا۔اور پھر اس پر افسوس کرتا۔

شیر شاہ ہندوستانی طریقے کے مضحکہ خیز شعر بھی کہتا تھا، اس کی انگوٹھی پر سجع کندہ تھا۔

سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری

شیر شاہ کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا عادل خاں جو ولی عہد تھا، رن تھمبور کا قلعہ دار اور چھوٹا بیٹا جلال خاں پٹنہ کے مضافات قصبہ ریون میں تھا۔امیروں نے یہ مشورہ دیا کہ چونکہ جلال خان دور ہے اور بغیر حاکم رہنا بھی محال ہے۔لہذا جلال

خاں کو بلوالیا جائے۔

جلال خان پانچ روز میں شاہی لشکر گاہ میں پہنچ گیا، اس نے عیسٰی خاں صاحب اور دوسرے امیروں کی کوشش سے پندرھویں ربیع الاول ۹۵۲ھ کو کالنجر کے قلعہ میں تخت نشینی کی، جلال خاں نے اسلام خاں کا لقب اختیار کیا، لیکن عوام و خاص کی زبان پر اسلام شاہ کی بجائے سلیم شاہ چڑھ گیا۔لہٰذا وہ اسی لقب سے مشہور رہا۔سلیم خاں نے تخت سلطنت پر بیٹھ کر بڑے بھائی عادل خاں کو ایک خط لکھا، جس میں یہ تحریر تھا کہ چونکہ تم مرحوم بادشاہ سے بہت دور تھے۔اور میں قریب تھا، لہٰذا تمہارے آنے تک فتنہ و فساد روکنے کے لئے عنان حکومت میں نے سنبھال لی ہے۔

اور لشکر و سپاہ کی حفاظت کر رہا ہوں۔میں تمہارا مطیع اور فرمانبردار ہوں،

سلیم شاہ بھائی کو یہ خط لکھ کر کالنجر سے آگرہ روانہ ہوا، جب وہ قصبہ کور کے قریب پہنچا تو خواص خان اپنی جاگیر سے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور از سر نو جشن جلوس مرتب کیا۔امیروں کے مشورے سے سلیم شاہ کو تخت پر بٹھا کر اپنا بادشاہ تسلیم کیا۔سلیم شاہ نے دوسرا خط عادل خاں کے نام روانہ کیا، اور اس میں بھی اپنے خلوص کا اظہار کیا، اور اس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

عادل نے سلیم شاہ کے امیروں، قطب خان نائب، عیسٰی خاں نیازی، خواص خاں اور جلالخاں جلوانی سے اپنے آنے کے بارے میں پوچھا، اور سلیم شاہ کو بھی لکھا کہ اگر یہ چاروں امیر مجھے مطمئین کر دیں تو مجھے آنے میں کوئی عذر نہیں۔

سلیم شاہ نے ان چاروں امیروں کو عادل خاں کے پاس بھیجا۔انھوں نے عادل خاں سے بات چیت کے بعد یہ طے کیا کہ پہلی ملاقات میں عادل خان کو اجازت دی جائے گی۔کہ ہندوستان کے جس گوشے میں چاہے، اپنی جاگیر پسند کرے اور وہاں چلا جائے، عادل خاں ان کے ہمراہ آگرہ روانہ ہوا، عادل خاں

قصبہ سیکری میں جواب فتح پور کے نام سے مشہور ہے پہنچا۔

سلیم شاہ شکار گاہ میں تھا۔اس نے یہ خبر سنی،اس جگہ کو دونوں بھائیوں کی ملاقات کے لئے تجویز کیا گیا تھا۔لہٰذا اسے آراستہ کیا گیا،وہاں دونوں بھائیوں کی ملاقات ہوئی۔تھوری دیر دونوں وہاں بیٹھے پھر آگرہ روانہ ہوئے۔

عادل خاں

سلیم شاہ کو بھائی کی طرف سے اندیشہ تھا۔لہٰذا اس نے یہ طے کیا کہ عادل خان کے ہمراہیوں میں سے کوئی دو تین سے زیادہ آگرہ میں نہ رہنے پائیں۔مگر سلیم شاہ کے اس حکم کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، قلعے کے دروازے پر اس کے ساتھیوں کا ایک گروہ جمع ہو گیا۔سلیم شاہ نے ملائمت اور نرمی سے کام لیا،اور خوشامد سے کہا۔کہ اب تک افغان کا میں نگران رہا ہوں،مگر اب سے تم ان کے سردار ہو،اور اس سرکش قوم کے ذمہ دار ہو۔مین تمہاری قوم تمہیں سپرد کرتا ہوں۔

یہ کہنے کے بعد عادل کا ہاتھ پکڑ کر اسے تخت پر بٹھا دیا۔

اور چاپلوسی کرنے لگا،عادل خاں عیش پسند اور آرام طلب تھا۔سلیم شاہ کی مکاری کو سمجھ گیا۔لہذا وہ خود تخت سے اترا اور سلیم شاہ کو مسند شاہی پر بٹھا دیا۔عادل نے پہلے خود سلام کیا اور مبارک باد دی۔پھر امیروں نے مبارکباد دے کر نچھاور اور صدقے کی رسم ادا کی۔اس محفل میں قطب خاں اور دوسرے امیر حاضر تھے،جو عادل سے عہد و پیان کر کے یہاں لائے تھے،انھوں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہمارا وعہدہ یہ تھا،کہ عادل خان کو پہلی ملاقات میں رخصت کر کے بیانہ اور اس کے گردونواح کا علاقہ اسے جاگیر میں دے دیں۔سلیم شاہ نے منظور کرلیا اور اس نے عادل خاں کو عیسیٰ خان اور خواص خان کے ساتھ بیانہ جانے کی اجازت دے دی۔

عادل خاں کی گرفتاری کا حکم

دو تین مہینے بعد سلیم نے ایک امیر غازی محل کو جو بادشاہ کا رازدار تھا، سونے کی بیڑی دے کر حکم دیا کہ عادل خاں کو گرفتار کر کے پابہ زنجیر سلیم شاہ تک لے آئے۔

خواص خاں کی بغاوت

عادل خاں نے یہ خبر سنی اور خواص خاں کے پاس میوات میں چلا گیا اور اس سے سلیم شاہ کی وعدہ شکنی کی شکایت کی، خواص خاں کو عادل شاہ کے حال پر ترس آیا۔ چنانچہ اس نے غازی محل کو بلوا کر وہی بیڑی اس کے پیر میں ڈال دی۔ اور سلیم شاہ کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا، خواص خاں نے دوسرے امیروں کو بھی جو سلیم شاہ کے گرد جمع تھے، خط لکھ کر اپنا ہمنوا بنا لیا، پھر ایک جرار لشکر لے کر عادل خاں کے ہمراہ آگرہ روانہ ہوا۔

شیخ سلیم سے ملاقات

قطب خاں نائب اور عیسٰی خاں نیازی نے سلیم شاہ سے بددل ہو کر عادل خاں کو لکھا، اور ترغیب دی کہ وہ رات کے آخری حصے میں آگرہ پہنچ جائے۔ پھر ہم سب لوگ بلا روک ٹوک عادل خاں سے آملیں گے۔ عادل خان اور خواص خاں آگرہ سے بارہ کوس کے فاصلے پر سیکری میں پہنچے، اور اس علاقے کے ایک بڑے بزرگ حضرت شیخ سلیم سے ملاقات کرنے گئے۔ چونکہ یہ شب برات تھی۔ لہٰذا خواص خاں کو اس رات کی نماز پڑھنے میں کچھ دیر ہو گئی، اور یہ لوگ بجائے رات کے پچھلے حصے کے چاشت کے وقت آگرہ پہنچے۔ سلیم شاہ کو بھی ان کی آمد گی کی اطلاع مل گئی۔ وہ پریشان ہو کر قطب خاں نائب اور عیسٰی خاں نیازی وغیرہ سے کہنے لگا۔

اگر مجھ سے عادل خان کے ساتھ بدعہدی کی کوئی بات ہو گئی ہے، تو خواص

خاں اور عیسٰی خاں نے مجھے خبردار کیوں نہیں کیا، تا کہ میں اپنے برے ارادے سے باز رہتا۔قطب خاں نے سلیم کو پریشان دیکھ کر کہا، کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، ابھی تک مرض لاعلاج نہیں ہوا۔ میں اس جھگڑے کو ختم کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔

سلیم شاہ کی حکمت عملی

سلیم شاہ نے قطب خان نائب اور دوسرے امیروں کو جو عادل کی طرف مائل ہو چکے تھے۔صلح کی گفت وشنید کے لئے اس کے پاس بھیجا، اور خود قلعہ چنار جانے کی تیاری کرنے لگا۔تا کہ خزانے پر قبضہ کر کے سامان جنگ مہیا کر سکے،

اور پھر پوری قوت سے معرکہ آرائی کر سکے۔عیسیٰ خاں نیازی نے سلیم شاہ کو اس ارادے سے منع کیا، اور اس سے کہا اگر تم کو دوسروں پر بھروسہ نہیں تو کیا ان دس ہزار قرملی افغانوں پر بھی اعتماد نہیں کرتے، جو تمہاری شہزادگی کے زمانے سے نمک خوار ہیں اور باوجود اس کے کہ طاقت اور قوت تمہارے پاس موجود ہے۔یہ حیرت کی بات ہے۔کہ تم خدا کی دی ہوئی دولت پر بھروسہ نہیں کرتے، اور بجائے ثابت قدم رہنے کے بھاگنے کو ترجیح دیتے ہو۔یہ بھی ذہن نشین کر لو، کہ اپنے امیروں کو چاہے وہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہوں، دشمن کے پاس بھیجنا دوراندیشی اور احتیاط کا کام نہیں ہے، مناسب یہ ہے کہ تم بذات خود میدان میں نکل آؤ، اور اپنی ثابت قدمی دکھاؤ۔اس طرح تمہاری موجودگی میں کوئی دشمن کا ساتھ نہ دے گا۔

ان باتوں سے سلیم شاہ کی کچھ تسلی ہوئی، اور اس میں کچھ مستقل مزاجی پیدا ہوئی۔اس لئے ان امیروں کو جنہیں وہ عادل خان کے پاس بھیجنے کے لئے کہہ چکا تھا، بلایا اور ان سے کہا۔

اپنے ہاتھوں سے میں تمہیں دشمن کے حوالے نہیں کر سکتا، کہ وہ تم سے بری

طرح پیش آئیں۔

اس کے بعد سلیم شاہ جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ قلعے سے نکل کر میدان جنگ میں آ گیا۔ جن لوگوں نے عادل خاں کا ساتھ دینے کا وعہدہ کیا تھا۔ انہوں نے سلیم شاہ کو میدان میں دیکھ کر مجبوراً اپنے ارادے بدل دیے۔ اور نادم ہو کر سلیم شاہ کے طرف داروں میں شامل ہو گئے۔

معرکہ آرائی

آگرہ کے قریب جنگ ہوئی۔ قدرت نے سلیم شاہ کا ساتھ دیا۔ خواص خاں اور عادل خاں کی فوجوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ چانچہ عیسٰی خان نیازی، اور خواص خاں میوات کی طرف بھاگے۔ عادل خاں پٹنہ کی طرف چلا اکیلا چلا گیا، پھر عادل خان پر گمنامی کا ایسا دورہ پڑا کہ کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہو سکا، کہ وہ کس حال میں ہے۔ اور اس کا انجام کیا ہوا۔

سلیم شاہ نے عیسٰی خاں اور خواص خاں کے تعاقب میں فوج بھیجی۔ دونوں کا مقابلہ ہوا۔ سلیم شاہ کی فوج شکست کھا گئی۔ سلیم شاہ نے دوبارہ فوج بھیجی۔ چنانچہ عیسٰی خان اور خواص خان ان نئے سپاہیوں سے مقابلہ نہ کر سکے۔ اور کمایوں کے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ سلیم شاہ نے قطب خان نائب اور دوسرے سرداروں کو ادھر روانہ کیا۔ قطب خاں نائب نے کوہ کمایوں میں ٹھہر کر اس کے گرد ونواح کے علاقوں کو زیر کرنا شروع کر دیا، اسی دوران سلیم شاہ نے خود چنار کا رخ کیا۔

جلال کا قتل

راستے میں بادشاہ نے جلال خاں جلوانی اور اس کے بھائی کو گرفتار کر کے قتل کر

وادیا۔ان پر الزام یہ لگایا کہ انہوں نے عادل کا ساتھ دیا تھا۔سلیم نے چنار پہنچ کر خزانے کو گوالیار بھیج دیا، اور خود آگرہ واپس آ گیا۔

قطب خاں کی گرفتاری

قطب خان بھی چونکہ عادل خاں کو بلانے والے گروہ میں شریک تھا۔لہذا، اس کو بھی سلیم شاہ کی طرف سے خوف تھا۔چنانچہ قطب خان اس وہم مین مبتلا ہو کر کوہ ہمایوں سے بھاگا، اور ہیبت خان نیازی ہمایوں کے ہاں لاہور میں پناہ گزین ہوا۔

سلیم شاہ نے ہیبت خاں کو حکم دیا کہ وہ قطب خاں کو پیش کرے، چنانچہ اعظم ہمایوں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔سلیم شاہ نے قطب خان، اور دوسرے مجرموں کو قید کر کے، جن میں شہباز خان نوہانی سلیم کا بہنوئی بھی تھا، گوالیار بھیج دیا۔پھر اس نے مالوہ کے حاکم شجاعت خان اور اعظم ہمایوں کو طلب کیا۔

شجاعت خان تو حاضر ہو گیا مگر اعظم خان نے عذر کیا۔شجاعت خاں کو واپس مالوہ بھیج دیا گیا۔اور سلیم خود رہتاس کا خزانہ لانے کے لئے لاہور روانہ ہوا۔سعید خاں اعظم ہمایوں کا بھائی ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا۔جو راستے ہی سے بھاگ کر لاہور جا پہنچا۔سلیم شاہ بھی راستے ہی سے آگرہ واپس آ گیا، اور اپنے لشکر کو جمع ہونے کا حکم دیا۔پھر دہلی روانہ ہوا۔

سلیم شاہ کی روانگی

شہر کا قلعہ بادشاہ ہمایوں نے بنوایا تھا۔سلیم شاہ نے یہاں پختہ قلعہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔سلیم شاہ کی آمد کی خبر دہلی پہنچی، شجاعت اس خبر کو سن کر اپنے خلوص کا اظہار کرنے کے لئے چند دوستوں کے ساتھ سلیم شاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔سلیم شاہ نے اس کو تسلی دی۔پھر چند دن رہنے کے بعد لشکر کو ترتیب دے کر لاہور کی طرف روانہ

ہوا۔

اعظم ہمایوں خاں کی شورش

اعظم ہمایوں، بادشاہ کے مخالفین کے ہمراہ، پنجابی لشکر لے کر بادشاہ کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھا۔ یہ لشکر بادشاہ کی فوج سے دوگنا تھا اور خواص خان بھی ان کے ساتھ تھا۔ انبالہ کے قصبے کے قریب مقابلہ ہوا،

مورخ لکھتے ہیں کہ سلیم شاہ نیازیوں کی فوج کے پہنچتے ہی سواری سے اترا۔ اور چند درباریوں کو لے کر دشمن کی سپاہ دیکھنے کو چلا، یہ ایک ٹیلے پر چڑھے۔ بادشاہ نے دشمن کی فوج دیکھ کر کہا۔ میں یہ گوارا نہیں کر سکتا، کہ باغی زندہ رہیں۔ میں صبر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ فوج کو تیاری کا حکم دے دیا گیا لڑائی سے قبل رات کو اعظم ہمایوں، اس کے بھائیوں، اور خواص خاں میں مشورے ہوئے، کہ سلیم شاہ کی بجائے کس کو حاکم بنایا جائے۔

خواص خاں نے کہا کہ عادل خاں کو تلاش کر کے اسے بادشاہ بنایا جائے۔ اعظم ہمایوں اور اس کے بھائیوں نے کہا، کہ ملک وراثت سے نہیں، بلکہ تلوار سے قبضہ میں آتا ہے۔ ان باتوں سے امیروں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔

سلیم شاہ کی فتح

اگلی صبح دونوں فوجیں صف بستہ ہوئیں۔ لڑائی شروع ہوئی۔ خواص خاں بغیر لڑے جنگ سے بھاگا، نیازیوں نے شاہی فوج کا مقابلہ کیا۔

یہ درست ہے کہ نمک حرامی کی سزا ہمیشہ ندامت اور بدنامی ہوا کرتی ہے۔ اعظم ہمایوں اور اس کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلیم شاہ کو غیب سے مدد ملی، اور فتح نصیب ہوئی۔ اعظم ہمایوں کے بھائی سعید خاں نے جو مسلح تھا۔ اور جسے کوئی پہچان

نہ سکتا تھا۔دس ہمراہیوں کے ہمراہ مبارک باد کے بہانے سے سلیم شاہ تک پہنچ کر اسے ہلاک کرنے کی کوشش کی۔لیکن ایک فیل بان نے اسے پہچان لیا۔اور اسے نیزہ مارا، سعید خاں ہاتھیوں کے گھیرے اور سلیم شاہ کے خاصے کی فوج سے نکل کر داہیں طرف آیا۔اور میدان جنگ سے نکل گیا۔

شکست کے بعد نیازی دھن کوٹ کے قریب چلے گئے۔سلیم شاہ نے ان کا پیچھا کیا،اور اپنے باپ کے بنائے ہوئے قلعے رہتاس تک بڑھتا چلا گیا۔پھر اس نے خواجہ اویس شیروانی کو فوج دے کر نیازیوں کو کچلنے کے لئے چھوڑا،اور خود آگرہ لوٹ آیا۔بعدازاں سلیم آگرہ سے گوالیار پہنچا۔

شجاعت خان پر حملہ

اسی زمانے میں ایک دن شجاعت خان قلعے کے اوپر سلیم شاہ سے آگے جا رہا تھا۔ایک شخص عثمان جس کا ہاتھ شجاعت خان نے کٹوا ڈالا تھا۔راستے میں چھپا ہوا تھا۔اور موقع کا متلاشی تھا۔جوں ہی شجاعت خان قریب پہنچا۔عثمان نے نکل کر شجاعت خان پر وار کیا،شجاعت خان زخمی ہو کر اپنے مکان میں لوٹ آیا۔اسے مغالطہ ہوا کہ عثمان،سلیم شاہ کا سکھایا ہوا تھا۔چناچہ وہ گوالیار سے آگرہ بھاگ گیا۔سلیم شاہ نے مندو تک اس کا پیچھا کیا۔شجاعت خان بانس واڑے پہنچا۔بادشاہ عیسٰی خان سور کو اجین میں چھوڑ کر واپس آ گیا۔یہ ۹۴۵ھ کا واقعہ ہے۔

خواجہ اویس شیروانی نے دھن کوٹ میں نیازیوں سے مقابلہ کیا،مگر اسے شکست ہوئی۔اور وہ میدان سے بھاگا۔اعظم ہمایوں نے نوشہرہ تک اس کا پیچھا کیا۔

نیازیوں اور کھوکھروں کی شکست

سلیم نے یہ خبر سن کر ایک منظم لشکر نیازیوں کے تباہ کرنے کے لئے روانہ

کیا۔اعظم ہمایوں نے نوشہرہ کو لوٹا اور دھن کوٹ آ گیا۔سلیم شاہ کا لشکر سنبھل کر قریب پہنچا، نیازیوں نے شاہی فوج سے مقابلہ کیا۔فتح بادشاہ کو ہوئی۔اعظم ہمایوں کی ماں، بیوی، اور بچے گرفتار ہوئے۔قیدی سلیم شاہ کی خدمت میں بھیج دیے گئے۔نیازیوں نے کھوکھروں کے دامن میں پناہ لی۔اور کشمیر کے قریب ایک پہاڑ میں قیام پذیر ہوئے۔سلیم شاہ نے دوبارہ ایک لشکر ترتیب دیا۔اور نیازیوں کے فتنے کو ختم کرنے کے لئے خود پنجاب آیا۔بادشاہ اور کھوکھروں میں دو سال جنگ ہوتی رہی۔اسی دوران ایک شخص نے بادشاہ پر حملہ کیا۔سلیم شاہ مان کوٹ کے پہاڑ پر چڑھتے وقت ایک راستے سے گزر رہا تھا۔اس نے پھرتی کے ساتھ اپنا بچاؤ کیا اور دشمن کو مار ڈالا۔بادشاہ نے دشمن کی تلوار پہچانی، یہ تلوار بادشاہ نے اقبال خان کو دی تھی، آخر کھوکھر مغلوب ہوئے، اور ان کی قوت ختم ہو گئی۔اعظم ہمایوں اور اس کا بھائی سعید لڑائی میں مارے گئے۔حاکم شاہ نے ان کے سر سلیم شاہ کو بھیج دیے۔سلیم شاہ نیازیوں سے فارغ ہو کر لوٹا۔

کامران مرزا

اسی دوران میں کامران مرزا، ہمایوں سے علیحدہ ہو کر سلیم شاہ کے پاس پناہ گزین ہوا۔سلیم شاہ نے کبر و نخوت سے کام لیا۔اس کی طرف توجہ نہ دی۔اس بد سلوکی کی وجہ سے کامران اس سے علیحدہ ہوا۔اور کوہ شوالک کی راہ لی۔پھر وہاں سے کھوکھروں کے علاقے میں چلا گیا۔سلیم شاہ دہلی واپس چلا آیا۔اور کچھ دنوں تک اس نے آرام کیا۔

سلیم شاہ کی لاہور روانگی

سلیم شاہ کو پتہ چلا کہ ہمایوں دریائے سندھ تک آ گیا ہے۔مورخین نے لکھا

ہے، کہ جس وقت سلیم شاہ کو یہ خبر ملی۔وہ اس وقت اپنے گلے میں جونکیں لگائے ہوئے خون نکلوا رہا تھا۔وہ فوراً دشمن کے مقابلے میں روانہ ہوا۔

پہلے دن بادشاہ نے تین کوس فاصلہ طے کیا،توپ خانہ بھی بادشاہ کے ساتھ تھا۔ان دنوں ارابے کھینچنے والے بیل پرگنوں میں بھیج دیے تھے۔بادشاہ کو آگے بڑھنے کی جلدی تھی۔چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ پیادے ارابے کھینچیں۔ہر توپ کو ہزار دو ہزار پیادے کھینچنے لگے۔اور سلیم شاہ لاہور کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہمایوں سلیم شاہ کے پہنچنے سے پہلے ہی دریا کے کنارے سے واپس ہو چکا تھا۔لہذا سلیم شاہ بھی لاہور سے لوٹ آیا۔اور قلعہ گولیار میں قیام پذیر ہوا۔

مفسدوں کی حرکت

ایک دن سلیم شاہ انتری کے قریب شکار کھیل رہا تھا۔کہ فسادیوں کی ایک جماعت مخالفین کے بھڑکانے سے سلیم شاہ کے راستے میں حائل ہوئی۔سلیم شاہ دوسرے راستے سے لوٹ گیا،مفسد کھڑے،کھڑے ہی رہ گئے۔

اس واقعے کا جب بادشاہ کو علم ہوا،تو اس نے سید بہاء الدین محموم اور رمدار کو جو اس فساد کے سرغنہ تھے۔قتل کرا دیا اور خود گوالیار ہی میں مقیم رہا۔سلیم شاہ اپنے امیروں میں سے کسی کو طاقت پکڑتے دیکھتا تو اسے گرفتار کر کے نظر بند کر دیتا یا قتل کرا دیتا۔

خواص خاں کا قتل

بادشاہ کے اس رویے سے خواص خاں جو نہایت سخی اور شجاع تھا،خوف زدہ ہوا،وہ جنگلوں اور میدانوں میں جان بچانے کے لئے آوارہ گردی کرنے لگا۔ خواص خاں اس حالت سے تنگ آ گیا۔۹۵۹ھ میں سنبھل میں اپنے معتبر تاج خاں

سے امان لے کر اس کے پاس آیا۔تاج شاہ نے سلیم کے حکم کی خلاف ورزی کی، اور خواص خاں کو دھوکہ دے کر قتل کر ڈالا۔لوگ خواص خاں کا جنازہ لے کر دہلی آئے اور وہاں دفن کیا۔ہندوستان کے لوگ خواص خاں کو ولی سمجھتے تھے۔اور وہ خواص خاں ولی کے نام سے مشہور تھا

خواص خان کی موت سلیم شاہ کے لئے مبارک ثابت نہ ہوئی، ۹۶۰ھ میں اس کے دونوں سرین کے درمیان ایک دنبل نکلا۔بادشاہ نے درد کی شدت سے بے تاب ہو کر فصد کھلوائی۔اس کے بعد وہ گھر سے باہر نکلا۔ٹھنڈی ہوا کا اثر ہوا۔اور اس وجہ سے سلیم شاہ کا انتقال ہو گیا۔اس بادشاہ نے نو سال تک حکومت کی۔

تعمیرات

سلیم شاہ نے شیر شاہ کی بنوائی ہوئی سراؤں کے درمیان میں ایک ایک اور نئی طرز کی سرائے تعمیر کروائی۔اور ہر سرائے میں شیر شاہ کے طریقے کے مطابق بلالحاظ عہدہ و مرتبہ پکا کھانا اور کچی جنس مہیا کرنے کا حکم دیا۔انہی دنوں محمود شاہ گجراتی اور برہان نظام الملک بحری نے بھی وفات پائی۔

شیخ علائی کا علاقہ

سلیم شاہ کے عہد کا سب سے زیادہ عجیب وغریب واقعہ شیخ علائی کا ہے۔شیخ علائی کا باپ حضرت شیخ سلیم چشتی کے مرید اوران کے خلیفہ تھے۔شیخ حسن بیانہ میں بیٹھ کر لوگوں کو ہدایت کرتے رہتے تھے۔

شیخ حسن نے انتقال کیا تو شیخ علائی جو صاحب علم وفضل تھے،اور باپ کی بہترین یادگار تھے۔شیخ حسن کے سجادہ نشین ہوئے۔اپنے والد کی طرح لوگوں کو باطنی علم سے فیض یاب کرنے لگے۔اتفاق سے ایک نیازی افغان جو خود بھی حضرت

شیخ چشتی کا مرید تھا۔مکہ مکرمہ سے واپس آ کر مہدوی فرقہ میں داخل ہو گیا۔اس فرقے کے لوگ اسلامی عقائد کے خلاف سید محمد جون پوری کو مہدی موعود مانتے تھے۔چنانچہ یہ مہدوی افغان بھی بیانہ میں مقیم ہوا۔شیخ علائی کو عبداللہ افغان کے طریقے پسند آئے۔چنانچہ وہ دن رات اسی کے ساتھ رہنے لگے۔

یہ تعلق اس قدر بڑھا کہ شیخ صاحب باپ دادا کا عقیدہ ترک کر کے لوگوں کو مہدوی مشرب اختیار کرنے کی دعوت دینے لگے۔مہدوی فرقے کی رسم کے مطابق شہر کے باہر شیخ عبداللہ کے پڑوس میں سکونت اختیار کر لی۔وہ اپنے احباب اور عقیدت مندوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ دنیا سے بے نیاز ہو کر زندگی گزارنے لگے۔شیخ علائی ہر نماز کے بعد قران شریف کی تفسیر اس طرح بیان کرتے کہ سننے والا دنیا سے کنارہ کش ہو کر مہدوی فرقے میں داخل ہو جاتا۔اور تمام چیزوں سے توبہ کر کے سید جون پوری کا کلمہ پڑھنے لگتا۔اگر وہ کھیتی باڑی یا تجارت کرتا تو اپنی آمدنی کا دسواں حصہ خدا کی راہ میں صرف کرتا تھا۔ایسے واقعات اس کثرت سے رونما ہوئے کہ باپ بیٹے سے، بھائی، بھائی سے اور شوہر، بیوی سے علیحدہ ہو کر فقر کے متوالے بن گئے۔جو نذرانے اور پیش کش کی رقم علائی کے پاس آتی، اس میں سب برابر کے شریک ہوتے، اور اگر کچھ نہ آتا تو سارا گروہ، دو، دو، تین، تین دن فاقہ کرتا۔اور شکایت کا حرف زبان پر نہ لاتا۔اس طرح سارا دن خدا کی یاد میں گزر جاتا۔

علائی کا ہر شیدائی تلوار، سپر اور کٹار ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔اسی حالت میں وہ شہر میں جاتے اور بازاروں میں گھومتے۔کسی کو خلاف شرع کوئی بات کرتے دیکھتے تو اسے نرمی سے سمجھاتے۔اگر زبان سے کام نہ چلتا تو جبراً اس کو اس کام سے روکتے۔اگر وہ شخص شہر کے حاکم سے کسی نہ کسی طرح سے متعلق ہوتا تو لوگ اس کی

طرف داری کرتے ۔ورنہ کوئی ان مہدیوں کو روکنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔

شیخ علائی کا عزم حجاز

شیخ عبداللہ نیازی نے محسوس کیا، کہ ان حالات میں کہیں ایسا نہ ہو کہ فساد ہو جائے ۔چنانچہ اس نے علائی کو سفر مکہ کی ہدایت کی ۔شیخ علائی اسی حالت میں تین سو ستر گھرانوں کے ساتھ عازم حجاز ہوئے۔

جب یہ جودھ پور کے قریب موضع خواص پور پہنچے، ۔تو خواص خاں نامی گرامی امیر شیخ کے استقبال کے لئے آیا۔اور ان کے متعقدوں میں داخل ہوگیا۔لیکن جلد ہی اس فرقے کے برے نتائج سے باخبر ہوا۔اور شیخ علائی سے برگشتہ ہو گیا۔

شیخ نے خواص خاں کی حالت کو تاڑ لیا۔چنانچہ یہ بہانہ کر کے کہ خواص خاں برائیوں کو روکنے کے لئے پوری کوشش سے کام نہیں لیتا، اس سے ناراضگی ظاہر کی ،اور اس سے علیحدہ ہو کر جودھ پور کی حدود سے باہر چلے آئے ۔شیخ مکہ مکرمہ کے سفر کا ارادہ ترک کر کے واپس بیانہ لوٹے۔اسی زمانے مین سلیم شاہ تخت نشین ہوا تھا۔لہذا شیخ علائی بادشاہ کے حکم سے آگرہ پہنچے اور شاہی دربار میں حاضر ہوئے۔انہوں نے درباری طریقوں اور قاعدوں کی پابندی نہ کی ،صرف شرعی طریقے سے سلام علیک کی ۔سلیم شاہ نے بھی کراہت کے ساتھ جواب میں وعلیکم السلام کہا۔

شیخ علائی کا یہ طریقہ درباریوں کو برا محسوس ہوا۔ملا عبداللہ سلطان پوری مخدوم الملک نے شیخ علائی کی مخالفت کی ۔اور قتل کا فتوی صادر کیا۔چنانچہ سلیم شاہ نے میرزا رفیع الدین، آنجو، ملا جلال دانشمند، ابوالفتح، تھانیسری اور دوسرے علماءوقت کو طلب کیا۔اور یہ فیصلہ ان کے سامنے پیش کیا۔

طے یہ ہوا کہ ایک مجلس مباحثہ سلیم شاہ کی موجودگی میں منعقد کرائی جائے ۔

شیخ علائی کسی شخص کو تقریر سے متاثر نہ کر سکے ۔اور نہ دبا سکے ۔بلکہ ان کی دلیلوں

کے آگے لاجواب ہو گئے ۔اس مجبوری کے عالم میں انہوں نے قران کی تفسیر کے دامن میں پناہ لی ۔اور آیات کلام اللہ کا ترجمہ اس انداز سے کیا کہ بادشاہ کے دل پر اس کا اثر پڑا۔چنانچہ سلیم شاہ نے شیخ علائی سے کہا کہ اے خدا کے بندے اپنے جھوٹے عقیدے سے توبہ کرو۔میں تمہیں علاقے کا محتسب قرار دون گا۔اب تک تم نے میری اجازت کے بغیر لوگوں کو ممنوعات سے روکا ہے۔آج سے تم میرے حکم سے خدا کی مخلوق کو برائیوں سے روکنا۔

شیخ علائی نے بادشاہ کی بات منظور نہ کی۔بادشاہ نے پھر بھی مخدوم الملک کے فتوے پر عمل نہ کیا۔اور شیخ علائی کو دکن کی سرحد پر قصبہ ہندیہ میں بھجوا دیا۔

شیخ علائی کی مقبولیت۔

سلیم شاہ کا نامی گرامی امیر نیاز خان حاکم ہندیہ اور اس کی فوج کے تمام آدمی شیخ علائی پر فریفتہ ہو کر اس کے معتقد ہو گئے۔مخدوم الملک نے اس بات کو بری طرح سے بادشاہ کے گوش گزار کیا۔چنانچہ علائی کو دوبارہ بلایا گیا۔

اس مرتبہ پہلی دفعہ سے زیادہ تحقیق و تفتیش کی گئی۔ملا عبداللہ سلطان پوری نے کہا، کہ یہ شخص خود مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ مہدی تمام دنیا کا بادشاہ ہوگا۔اس خیال کی وجہ سے تیرا سارا لشکر اس فقیر کا گرویدہ ہو رہا ہے۔تیرے بہت سے عزیز چوری چھپے اس کے مذہب میں داخل ہو گئے ہیں۔ایسا ہو سکتا ہے کہ تیری حکومت اور سلطنت میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو جائے۔

اس دفعہ بھی سلیم شاہ نے مخدوم الملک کی کوئی بات نہ سنی۔شیخ علائی کو شیخ بڑھ طبیب کے پاس بھجوا دیا، یہ بڑے سمجھ دار بزرگ تھے۔ان کا شیر شاہ بھی بڑا معتقد تھا۔وہ شیخ کی جوتیاں اپنے ہاتھ سے سیدھی کیا کرتا تھا۔

سلیم شاہ نے شیخ علائی کو شیخ بڑھ کے پاس اس غرض سے روانہ کیا کہ، تاکہ شیخ

کے حکم کے مطابق شیخ علائی کے ساتھ سلوک کیا جائے۔

شیخ علائی کا قتل

سلیم شاہ خود پنجاب چلا گیا۔اور مانکوٹ کے قلعے تعمیر کرانے لگا۔شیخ علائی حضرت بڑہ کے پاس پہنچے۔شیخ بڑہ نے بھی مخدوم الملک کے خیال کے مطابق فتویٰ لکھ کر سلیم شاہ کے پاس روانہ کیا۔

اس دوران میں ہندوستان میں طاعون کی وبا پھیلی اور شیخ علائی بھی اس مرض میں مبتلا ہو گئے۔ان کے حلق میں کافی گہرا زخم پڑ گیا۔ایک انگشت کے برابر بتی زخم کے اندر چلی جاتی تھی۔اس پر سفر کی تکان نے شیخ علائی کو اور زیادہ نڈھال کر رکھا تھا۔

شیخ علائی سلیم شاہ کے پاس پہنچے تو ان سے بولا نہ جاتا تھا۔بادشاہ نے آہستہ سے اس کا کان میں کہا، کہ کہو، میں مہدی نہیں ہوں، اب بھی تم آزاد ہو۔

علائی نے بادشاہ کی بات نہ سنی۔سلیم شاہ مایوس ہوا۔چنانچہ اس نے علائی کو چند کوڑے لگانے کا حکم دیا۔علائی نے تیسرے ہی کوڑے میں جان دے دی۔علائی کا واقعہ ۹۵۵ھ میں ہوا۔ذکر اللہ سے علائی کے سال وفات کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔

فیروز شاہ کی تخت نشینی اور قتل

سلیم شاہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا فیروز شاہ بارہ سال کی عمر میں امیروں کے اتفاق رائے سے گوالیار میں تخت نشین ہوا۔تخت نشینی کو پورے تین دن بھی نہ ہوئے تھے کہ مبارز خاں ولد نظام خاں سورنی نے اپنے بھانجے فیروز شاہ کو قتل کر دیا۔اور خود امیروں اور وزیروں کے مشورے سے تخت پر متمکن ہوا۔

یہ شیر شاہ کا بھتیجا تھا اور سلیم شاہ کا چچیرا بھائی اور سالا تھا۔اس نے محمد شاہ عادل کالقب اختیار کیا۔خواجہ نظام الدین بخشی۔تاریخ اکبری میں لکھتے ہیں کہ سلیم شاہ نے مرنے سے پہلے اپنی منکوحہ بی بی بانی سے کئی بار کہا، کہ اگر تمہیں اپنے بیٹے فیروز شاہ سے محبت ہے،تو مجھے اجازت دو میں تمہارے بھائی مبارز خاں کو درمیان سے ہٹا دوں۔یہ ذہن نشین کرلو کہ مبارز خاں تمہارے بیٹے کی راہ میں ایک بڑا پتھر ہے۔اگر بھائی سے محبت ہے تو بیٹے سے ہاتھ دھولو گی۔فیروز خان کا وجود مبارز خاں کی زندگی میں خطرے میں ہے۔

سلیم شاہ کی بیوی نے کہا، کہ میرا بھائی عیش وعشرت کا دل دادہ ہےاور ہر وقت چنگ ورباب میں وقت گزارتا ہے۔اس کو بادشاہی حاصل کرنے کا وہم بھی نہیں ہے۔

سلیم نے بیوی کو اکثر اس بارے میں برا بھلا کہا۔لیکن کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا۔سلیم کے انتقال کے تیسرے دن مبارز خاں اپنے حمایتیوں کے ساتھ محل میں گیا،اور فیروز کو قتل کرنے لگا۔بہن نے گریہ وزاری کی۔اور بھائی سے بیٹے کی سفارش کی،اور کہا اس کو چھوڑ دو۔میں اسے لے کر ایسی جگہ چلی جاؤں گی۔جہاں کسی کو اس کے بارے میں علم نہ ہوسکے۔مگر مبارز خاں کا دل نہ پسیجا۔چنانچہ اس نے بے گناہ لڑکے کو تلوار سے قتل کرڈالا۔

دینی احکام کی پابندی

جس وقت کہ زمانے نے باگ اختیار شیر خاں کے ہاتھ میں دی تھی۔اور ہندوستان کے ملک اس کے قابو میں آئے تھے۔اور واسطے دور کرنے ظلم وتعدی اور دفع کرنے فسق وفجور کیا ورملکوں کے آباد ہونے،اور امن کی راہ اور آسودگی،سوداگر اور سپاہیوں کی بعض قاعدے اپنی عقل کی قوت سے نکالے تھے،اور بعض حکیموں کی

کتابوں سے وضع کیے تھے۔ان پر عمل کرتا تھا اور تجربہ سے معلوم کیا۔

اکثر اوقات شیر خاں کہتا تھا کہ بادشاہوں کو چاہیے کہ صفحہ احوال پر لکھیں تو نوکر اور رعیت عبادت کی طرف رغبت کریں، اور جو طاعت و گناہ، نوکر و رعیت سے وقوع میں آتا ہے۔اس میں بادشاہ بھی شریک ہیں۔اور فسق و فجور فتوحات کے ظاہر ہونے کے مانع ہیں۔اور ساتھ اس لشکر بخشش، اور نعمت کے حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بادشاہوں کے حکم کا مطیع کیا۔پس بادشاہوں کو نہ چاہیے کہ خلاف حق تعالیٰ کے حکم کام کریں۔

شیر شاہ کا نظام الاوقات

جزوی و کلی مہمات امور ملکی میں شیر شاہ آپ متوجہ ہوتا تھا، اور عبادت اوقات کو عبادت سے خالی نہ رکھتا تھا۔اور رات دن ہر ایک کام کے واسطے مقسوم تھا۔لوگ مقرر تھے۔جب پہر رات باقی رہتی اسے جگا دیتے۔وہ اٹھ کر ہر شب نہاتا، بعد اس کے تہجد کی نماز ادا کر کے ادعیہ میں مشغول ہو جاتا۔جب اس سے فراغت پاتا، پھر چار گھڑی کا مل کاغذ، کارخانہ جات کا سنتا، اور ارکان دولت کارخانہ جات کی جو مہم ہوتی، عرض کرتے، جو کچھ حکم ہوتا، اسے دستور العمل اپنا مقرر کر کے اس پر عمل کرتے۔پھر کچھ پوچھنے کی احتیاج نہ ہوتی۔اور جس وقت صبح صادق ہوتی، پھر تازہ وضو کرتا، اور بہت سی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتا۔

بعد اس کے میقات عشر اور دعائیں پڑھتا، امرا اور سپاہی آ، آ کرتے، اور نقیب نام بنام عرض کرتا، کہ فلاں شخص اور فلاں کا بیٹا سلام کرتا ہے۔بعد اس کے جب ایک گھڑی گزرتی اور آفتاب نکلتا تو اشراق کی نماز پڑھتا، اور امرا اور سپاہیوں سے پوچھتا، جو کوئی جاگیر نہیں رکھتا، عرض کرتا کہ مہم سے آگے ہی اس کی جائیداد کا فکر کروں، جو کوئی مہم کے وقت عرض کرے گا، وہ سزا کو پہنچے گا، بعد اس کے

پوچھتا، کوئی مظلوم وستم رسیدہ ہے تو اس کی داد دوں۔

عدل وانصاف

شیر خان بڑا عادل تھا، اور اکثر اوقات کہتا، کہ عدل ہر دین میں بہتر ہے۔اور کفر واسلام کے بادشاہوں کے نزدیک بھی خوب ہے، اور کوئی طاعت اور عبادت عدل کے برابر نہیں۔اور کفر واسلام کے سب مستحق عدالت ہیں۔اگر بادشاہ کے عدل کا سایہ لوگوں کے سروں سے دور ہو جائے تو گرہ جمعیت اور آبادی کی کھل جائے گی، اور جو صاحب زور شوکت غریب مسکین کو ہلاک کریں، اور جو کچھ بھی کاہلی ارکان دولت سے آئے تو سبب ملک کے زوال کا ہے۔اور طمع دینوی کو سپاہی اور رعیت کے حق میں زور وقوت کے باعث اور فوج وحشم کی بہتات سے راہ نہ دے۔اور مظلوم وستم رسیدہ کے تیر آہ سے پرہیز کرے۔

شیر شاہ خود معاملات پر توجہ دیتا اور اس کو ضروری سمجھتا تھا۔

شیر شاہ کا کہنا تھا کہ بادشاہ کو چاہیے کہ آپ بذات مہمات اور امور ملکی میں متوجہ ہو، اور ہر کام کے واسطے دن رات میں ایک، ایک وقت مقرر کرے۔اور تساہلی وکاہلی کو اپنے نزدیک راہ نہ دے۔اہل دولت کو چاہیے کہ اکثر اوقات خبردار رہے۔اور بلند مرتبے کے باعث امور ملکی کو تھوڑا اور حقیر نہ جانے، اور ارکان دولت پر اعتماد نہ کرے۔

وہ سلاطین عصر کے احوال سے ہمیشہ خبردار رہتا تھا، اور ان کے ہر فعل وقول اور ان کے ارکان دولت سے جو کچھ وقوع میں آتا، محکم امتحان پر تجزیہ کرتا تھا۔تو کھرا کسوٹی پر پاتا۔اس بات سے کہ علوم ورتبہ، اور بلند پایہ اور خاندان کی بزرگی ہے۔ان کی علو ہمت کی نظر میں امور مملکت کی مہمات تھوڑی اور حقیر نظر آتی تھی۔اس واسطے ارکان دولت کو سونپتے تھے۔اور آپ عیش میں رہتے تھے۔اور ان کے ارکان

دولت نے طمع دینوی کے باعث مہمات کامدار، رشوت لینے پر مقرر کیا تھا، اور دولت کدے سے قدم حد سے باہر رکھتے تھے۔

اس کا کہنا تھا کہ میرے تیئں جو دولت ہاتھ آئی، بادشاہ عصر کے ارکان دولت کے رشوت کے لینے کا باعث تھا۔ بادشاہ کا وکیل و وزیر راشی نہ ہو۔ رشوت لینے والا زبوں ہے، رشوت دینے والے سے۔ اور جو بات کہ زبوں ہے مناسب وزارت کے نہیں ہے۔ کہ وہ اہل غرض ہے۔ اور اہل غرض سے دولت خواہی اور رواجی جمیع مہمات میں مسدود ہے۔

جب شیر خاں کی دولت کا نہال بالیدگی پر آیا، اور اقبال و دولت کی اس نے یاوری کی۔ تب وہ رعیت اور سپاہی، اور سوداگر کا احوال آپ معلوم کرتا تھا۔ اور غربا سے آپ ہم کلام ہوتا تھا۔ اور داد خواہ کے احوال سننے سے نہ گھبراتا تھا۔ اور مظلوم و داد خواہ کے احوال سننے سے نہ گھبراتا، اور مظلوم و داد خواہ کی حقیقت بخوبی معلوم کرتا۔ اور کسی ظالم کی ہرگز طرف داری نہ کرتا، اگرچہ کوئی عزیز قرابت قریبہ سے یا بیٹا یا کوئی امیر نامی، جو اس کا ہم قوم ہوتا۔ تو اس ظالم کی سیاست میں ڈھیل اور کاہلی نہ کرتا۔ اور کہتا کہ حاکموں اور بادشاہوں کے پاس آدمیوں میں بڑا دشمن اور ظالم برابر نہیں ہے، دو وجہ سے۔

ایک جور و جفا کے باعث زوال دولت و نعمت کا ہے۔ اور دنیا میں بادشاہ کو بدنامی اور عقبیٰ میں موجب ندامت کا۔

اور دوسرے ویران ہونا ملک کا، اور خرابی رعیت کی، اور کم حاصل ہونا محصول کا۔ اور سب بادشاہ اپنے ملازموں کو بہ نسبت ساری خلق کے سرفراز و ممتاز جو کرتے ہیں۔ اپنے احکام جاری ہونے، اور دولت خواہی کے باعث سے، اگر ان سے کوئی حرکت بد وقوع میں آئے، اور وہ کچھ اندیشہ بادشاہ کے حکم کی دہشت اور دبدبے کا

دل میں نہ لائے، اور اپنے ولی نعمت کے حقوق کو بھول کر حرکات بد پر مستعد ہوں، تو باعث زوال دولت اور بدنامی ولی نعمت کی ہے۔ ایسے لوگوں کو سزا اور عذاب کرنا واجب ہے۔ تاکہ اوروں کو دہشت ہو، اور ظلم و ستم سے باز آئیں، اور راہ فتنہ کی بند ہو۔

شیر شاہ کی اصلاحات

بعض قاعدے جو شیر خان نے نکالے تھے، کہ آگے سے نہ تھے، جیسے کہ داغ کا قانون تھا۔ کہ اس کا باعث ہی یہ تھا کہ جس وقت امیر اور سپاہی کے حق میں آقا کو فرق معلوم ہوتا تھا۔ تب کوئی امیر حق سپاہی کا نہیں رکھ سکتا تھا۔ وہ اپنی جائیداد کے موافق لوگ رکھے گا اور کم و زیادہ نہ کر سکے گا۔

امیروں پر پابندیاں

اس کا بیان ہے کہ سلطان ابراہیم کے عصر میں اور بعد اس کہ میں دیکھتا تھا کہ جو امیر دوں ہمت تھے۔ انھوں نے مکر اور جھوٹ بولنا اپنا وطیرہ کر لیا تھا۔ جس وقت قرار داد معاینے کا ہوتا تو بہت سی فوج دکھاتے۔ اور جب جائیداد ان کے ہاتھ آتی تو بیشتر سپاہیوں کو حق نہ دے کر جواب دیتے اور تھوڑے سے لوگ ضرور رکھتے، اور حق ان کا بھی سب کا سب نہ دیتے۔ آقا کے کام بگڑنے اور حرام خوری میں اندیشہ نہ کرتے۔ اور جو آقا وقت غرض کے لشکر و محلّہ طلب کرتا، تو رسالہ دار پرائے گھوڑے لا کر دکھا دیتے۔ اور روپے اپنے، اپنے خزانے میں جمع کرتے۔ لیکن کام کے وقت تھوڑے لوگوں کے باعث سے فرار اختیار کرتے، اور روپے ان کے پاس رہتے، اور آقا کا کام ضائع ہوتا، اور وہ اسی زر سے اپنا سامان درست کر کے کسی اور کے پاس جا نوکر ہوتے، اور آقا کے برباد ہونے سے ان کو کچھ آسیب پہنچتا۔

داغ کا قانون

اس کا بیان ہے کہ جس وقت کہ اقبال دولت نے میری یاوری کی۔اور میں جو امیر و سپاہی کے مکرو حیلے سے خبر دار تھا،

نہایت غور و فکر کے بعد میں نے داغ کے قانون کو ایجاد کیا۔کہ امیر و سپاہی کے مکر و تغلب کی راہ مسدود ہو،اور اپنی جائیداد کے موافق سپاہی رکھیں،اور سپاہیوں کے حق میں تصرف نہ کریں۔اور محلّہ دکھانے کے وقت سپاہی کا گھوڑا نہ لائیں۔

یہ قاعدہ شیر خاں کا تھا،کہ بے داغ کسی کو پیسا نہ دیتا تھا۔یہاں تک کہ حلال خور اور محل کی رنڈیوں کو بھی بغیر داغ کے کچھ نہ دیتا تھا،اور سپاہیوں کے چہرے کا خد و خال اور گھورے کا نشان و رنگ لکھ لاتے تھے۔اور الوفہ (علوفہ) سپاہیوں کا اپنی زبان سے کہتا تھا،بعد اس کے اپنے روبرو گھوڑے کو داغ کرتا،اور نماز اشراق کے بعد باہر آتا۔اور دیوان عام میں بیٹھ کر کام کرتا،اور نوکر نگاہ داشت سے ہر ایک سپاہی کا درماہہ اپنے زبان سے بیان کرتا،اور گھوڑوں کو اپنے رو برو داغ کرتا،اور قدیم نوکروں کی عرضیاں وہاں لیتا۔

پٹھانوں سے سلوک

پٹھانوں سے پشتو زبان میں باتیں کرتا۔جو جواب بخوبی دیتا،اسے حکم کرتا کہ کمان کھینچ۔اگر اس سے کشش کمان کی خوب ہوتی،تو درماہہ اس کا سب کی نسبت زیادہ کرتا۔اور اسے کہتا کہ میں زبان پشتو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔اور اطراف کے ملک کے خزانے اسی مکان میں لیتا۔اور امرا یا وکیل،امیروں کے یا زمیندار یا ایلچی اور ملکوں کے بادشاہوں کے جو اس کے لشکر میں آتے،ان کا احوال بھی اسی مکان میں سنتا۔اور اپنی دانائی سے ہر ایک کے جواب میں جو کچھ منشی کو حکم

کرتا وہ لکھتا۔

جس وقت سوا پہر دن چڑھتا، وہاں سے اٹھتا اور کھانا علماء و مشائخ کے ساتھ کھاتا۔ بعد کھانے کے آ کر اسی کام میں مصروف ہوتا۔ جب دوپہر ہوتی تو قیلولہ کرتا کہ سنت ہے۔ بعد قیلولہ کے ظہر کی نماز بہت سی جماعت کے ساتھ ادا کرتا۔ بعد اس کے تلاوت قران شریف کرتا، اور اس کام سے فراغت پا کر پھر اسی کام میں اوقات صرف کرتا، اور سفر و حضر میں جو اوقات مقرر کیے تھے، ان میں خلل نہ ہوتا۔

زرعی اصلاحات

قاعدہ زر کی تحصیل کرنے کا رعیت سے، اور آبادی ملک کی استوار کی تھی۔ کہ ہر ایک پر گنے میں ایک امین اور ایک غوطہ دار اور ایک ہندی نویس، اور ایک فارسی نویس مقرر تھا۔ اور حکم اس طرح سے کرتا تھا کہ سال بسال جریب کریں۔ اور موافق جریب کے زرلیں، کہ آبادی کا مدار ریزہ رعیت پر ہے۔ عامل و مقدم ان پر ظلم و ستم نہ کریں۔

پیشتر اس کے کہ جریب سال، بسال مقرر تھی، اور ہر پر گنے میں قانون گو رکھا تھا، کہ پر گنے کا احوال، گزشتہ و پیوستہ، اس سے تحقیق کر کے، اور ہر سرکار حال سے خبردار رہیں، اور بادشاہ کے مال میں خیانت نہ کریں۔ کہ بادشاہی کاموں میں خلل واقع نہ ہو، اور جو رعیت حرام خوری اور سرکشی کے باعث پیسے کے دینے میں خلل کرے۔ تو اس رعیت کی ہر طرح کے عذاب سے بیخ و بنیاد اکھاڑیں، کہ بدی ان کی اوروں میں اثر نہ کرے۔ اور یہ معمول تھا کہ برس دو برس بعد اپنے عاملوں کو تغیر کرتا اور ان کی جگہ اور عاملوں کو بھیجتا اور کہتا کہ میں نے بہت سا امتحان و تجربہ کیا ہے۔ اور جو کچھ فائدہ اور پیسہ عملداری میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ کسی کسب میں نہیں ہوتا۔ اس واسطے اچھے لوگ قدیم نوکر، دولت خواہی جو کار آزمودہ ہیں، ان

کو عامل مقرر کرتا ہوں ۔تا کہ ان کو تجربہ حاصل ہو، اور دو برس بعد ان کو تغیر کرتا ہوں، اور ایسے ہی لوگ پھر بھیجتا ہوں ۔تا کہ یہ بھی فائدہ مند ہوں ۔اور میری بادشاہت میں قدیم نوکروں سے سب کو فائدہ حاصل ہو۔تا کہ آسودہ ہوں اور ان کو خوشی وخرمی حاصل ہو۔

فوجی انتظامات اور اہم تقررات

اس قدر فوجیں ساتھ سامان تمام کے آسودہ حال ہر سال ملازمت میں آتی تھیں ۔کہ جن کا اعداد وشمار تخمینے سے باہر تھا، اور ہر روز زیادہ ہوتی تھیں، اور قاعدہ تھا کہ لشکر ملکوں کی نگہبانی کے واسطے اور راہزنوں کے سرنگوں رکھنے کو اور اس شخص کے جو ملک کو خالی دیکھ کر ارادہ نافرمانی و ملک گیری کرے ۔یہ لشکر کا قاعدہ مقرر تھا کہ ایک لاکھ پچاس ہزار سوار اور پچیس ہزار پیادے، بندوقچی توڑہ دار، ہمیشہ رکاب سعادت میں رکھتا تھا۔اور سفر میں اپنے ساتھ زیادہ فوج رکھتا تھا۔

ایک بڑی فوج ہیبت خاں نیازی کہ خطاب اس کا اعظم ہمایوں رکھا تھا، اور وہ تیس ہزار سوار کا سردار اپنے رہتاس کے قلعے میں کہ بالناتھ جوگی کے ٹیلہ کے قریب، جو سر کوب گھڑوں، اور کشمیر کے ملک کا ہے، رکھا تھا اور دیپال پور اور ملتان جو فتح جنگ خان کو سونپا تھا۔اس میں خزانہ بہت سا رکھا ہوا تھا۔اور ملوٹ کے قلعے میں کہ تاتار خاں یوسف خیل، سلطان بہلول نے بنایا تھا۔حمید خاں کو وہاں متعین کیا تھا۔اور اسی حمید خاں نے نگرکوٹ کا پہاڑ اور جوالا اور دہ دوال و جموں وغیرہ، تمام پہاڑوں کو ایسا قابو میں کیا تھا کہ کسی شخص کو مجال دم مارنے کی نہ تھی۔

اور جریب کر کے پہاڑوں سے زر وصول کرتا تھا۔اور سرہند کی سرکار جو مسند عالی خواص خاں کی جاگیر مرحمت فرمائی تھی، مسند عالی نے وہ سرکار اپنے غلام بھگونت کو سونپی تھی، اور دارالخلافہ دہلی میں میاں احمد سروانی کو امیر اور عادل خاں کو شق دار

اور خانم خاں کو فوجدار مقرر کیا تھا۔

اہل سنبھل

جب سنبھل کے رہنے والوں نے نصیر خاں کے ظلم و تعدی سے فریاد کی۔تب مسند عالی عیسٰی خاں جو بیٹا مسند عالی ہیبت خاں اور پوتا مسند عالی سروانی، کہ خطاب جس کا اعظم خاں، اور مشیر و مصاحب سلطان بہلول اور سلطان سکندر کا تھا۔سنبھل کی سرکار کا اسے حاکم کیا۔اور فرمایا کہ پرگنہ کانت کا، اور گولہ اور ملکھیر کا تیرے قدیم سواروں کے واسطے صحنک کے مقرر کیا ہے۔اور پانچ ہزار سوار نئے نوکر رکھ۔اس واسطے کہ سنبھل کی سرکار کے لوگ شورہ پشت ہیں۔اور رعایا سے اور اس سرکار کے اکثر لوگ سرکش ہیں۔نزاع اور دشمنی حاکموں کے ساتھ ان کی طینت میں ہے۔

جب مسند عالی عیسٰی خاں وہاں پہنچا تو اس دلیر و شجاعت کے شیر خاں نے اس اطراف کے زمین دار اور سرکشوں کو بزور شمشیر ایسا عاجز کیا۔کہ جس جنگل کو مثل فرزندوں کے پالتے تھے۔سر دھن، دھن کر اپنے ہاتھوں سے کاٹتے تھے، افسوس کر تے تھے۔اور آہ سرد حسرت سے بھر تے تھے۔اور بار، بار چوری اور قزاقی سے توبہ کر تے تھے۔اور موافق جریب کے اس شہر کے گرد کی رعیت پیسہ دیتی تھی۔

قلعے اور بندوقچی

شیر خان کہتا تھا کہ مسند عالی عیسٰی خاں اور میاں احمد سروانی، ان دونوں کے سبب لکھنو تک میری خاطر جمع ہوئی۔اور ببرک نیازی کہ قنوج کا شقدار تھا۔سرکش اور رہزن جو ملکوسہ کے پرگنہ کے تھے۔ایسا ان کو قابو میں لایا تھا کہ خلاف اس کے حکم کے دم نہ مار سکتے تھے۔اور گوالیار کے قلعے میں ہزار بندوقچی رکھے تھے، اور بیانے کے قلعے میں پانچ سو بندوقچی، اور رن تھمبور کے قلعے میں سولہ سو بندقچی، اور چتوڑ

کے قلعے میں ہزار بندوقچی۔

مشہور ہے کہ شجاعت خان کو اس میں سات ہزار بندوقچی اور بہار کے ملک کے پاس رہتاس کے قلعے میں اختیار خان کو دو ہزار بندوقچی دے رکھے تھے۔اور خزانہ کہ بے حد و شمار تھا، اس قلعہ میں رکھا تھا۔اور بھرہ کے ملک میں ایک فوج رکھی تھی۔

خواص خاں اور عیسٰی خاں کو نا گور، جودھ پور، اور اجمیر کا ملک سونپا تھا۔اور کالپی کی سرکار میں ایک فوج تھی۔اور بنگال کے ملک کو طوائف الملوک کیا تھا، اور قاضی فضیلت کو اوباش لونڈوں نے جو قاضی فضیحت مشہور کیا تھا۔اسے قاضی فضیلت امین مقرر کیا۔ہر ایک مکان میں اس کے مناسب حال کو دیکھ کر فوج رکھی تھی۔

یہ فوجیں جو اپنی، اپنی جاگیر میں آسودہ حال اور فارغ البال تھیں۔ایک مدت بعد ان کو بلاتا، اور ان کے عوض جو امراء لشکر ظفر قرین میں رنج و مشقت کھینچتے تھے۔ان کو بھیجتا اور ہر مقام میں عدالت کی رعایت کرتا، اور ہمیشہ قواعد خیر کے ایجاد میں کہ جینے مرنے پر آثار فیض و برکت عالم کی روح کو پہنچے، مشغول رہتا۔

شاہراہوں کی تعمیر و مرمت و سرائیں

مسافروں اور راہ کے امن کے واسطے سر راہ چار رستوں پر سرائیں بنائیں۔ایک رستہ قلعے سے پنجاب کے کہ شیر خان نے بنایا تھا۔وہاں سے سنار گاؤں تلک، جو بنگال کے ملک میں دریائے شور سے پانچ منزل کے فاصلے پر ہے۔دوسرا آگرہ سے برہان پور تک۔جو دکن کے ملک کی سرحد میں ہے۔تیسرا آگرہ سے جودھ پور اور چتوڑ تلک، چوتھا لاہور سے ملتان تک۔

ہمہ گیر ایک ہزار سات سو سرائے تھی۔اور ہر سرائے میں ہندو مسلمان کے واسطے گھر بنائے تھے۔اور ہر سرائے کے دروازے پر مٹکے پانی کے بھرے رہتے اور ہندو، مسلمان کو پلاتے۔اور ہر سرائے میں مسلمانوں کے واسطے مسلمان کو آباد

کیا تھا۔اور ہندوؤں کے واسطے برہمنوں کو۔

پانی منہ دھونے کو گرم اور پینے کو سرد اور چارپائی کھانا اور دانا گھروں کا پکا ہوا دیتے، جو کوئی ان سراؤں میں اترتا،اس کی قدر کے موافق کھانا اور اس کے چوپائے کے لئے دانا گھاس سرکار سے ملتا۔

سرائے میں بازار اور مسجد

ہر سرائے میں خرید وفروخت کے واسطے بازار بنایا تھا۔اور فی سرائے ایک گاؤں آباد کیا تھا۔اور فی سرائے ایک کنواں اور ایک جامع مسجد پکی اینٹوں کی بنوائی تھی۔اور ایک امام اور موذن ہر مسجد میں مقرر تھا۔اور مدد معاشان میں سے ہر ایک کی اس سرائے کے پہلو میں مقرر تھی۔اور ہر سرائے میں دو گھوڑے بندھے رہتے تھے کہ خبر راہ دور کی ایک روز میں پہنچتی تھی۔

درخت سایہ ومیوہ دار

اس طرح سے سنا ہے کہ ایک روز حسین شقدار کو ضرورت پیش آئی۔تین سو کوس راہ اس نے طے کی۔اور رستے کے دونوں طرف میوے کے درخت سایہ دار لگوائے تھے۔کہ گرم ہوا میں درختوں کی چھاؤں ۔چھاؤں مسافر راہ چلنے میں قرار آرام پائیں،اور اگر سرائے میں اتریں تو ان درختوں کے نیچے گھوڑوں کو باندھیں۔اور ایک قلعہ خراساں کی راہ میں کہ سرکوب کشمیر،اور گکھڑوں کے **ملک** میں تھا۔اور بالناتھ جوگی کے ٹیلے کے پاس اور دریائے دھنہ سے تین چار کوس اور لاہور سے تخمیناً ساٹھ کوس کے فاصلے پر تھا۔نہایت مضبوط واستوار، کہ کسی جہاں دیدہ کی آنکھ نے ایسا قلعہ کم دیکھا ہوگا۔بنایا اور بہت روپے اس پر لگائے تھے۔

سونے کے بھاؤ پتھر

مولف تحفۂ اکبر شاہی نے شیر خاں کے احوال کے نقل کرنے والے اور روایت کرنے والوں سے اس طرح سنا ہے کہ قلعہ بناتے وقت پتھر نہ ملتا تھا۔وہاں کے محصلوں نے اپنی واجب العرض میں لکھا کہ پتھر ہاتھ نہیں آتا اور اگر بہم پہنچتا ہے تو نہایت گراں قیمت کو۔شیر خاں نے ان کی عرضی کے جواب میں لکھا کہ زر کی طمع سے میرا حکم نہ پھرے گا۔سونے کے برابر پتھر لو اور قلعہ بناؤ اور نام اس کا چھوٹا رہتاس رکھا۔اور دار الخلافہ دہلی کا شہر جمنا سے دور تھا۔اسے ویران کر کے جمنا کے کنارے آباد کیا۔اور کہا کہ ایسے دو قلعے شہر میں تیار کریں کہ مضبوطی میں مانند پہاڑ کے اور بلندی میں ثریا شکوہ ہوں۔

چھوٹا قلعہ کہ جگہ حاکم کے بیٹھنے کی اور سنگین مسجد، کہ اس کی نقاشی میں شنجرف ولاجورد اور سونا خرچ ہوا۔اور دوسرا قلعہ ابھی تمام نہ ہوا تھا، کہ دار فنا کو رحلت فرمائی۔اور قنوج کے شہر کو جو ہند کا قدیم تخت گاہ تھا۔اور اسے ویران کر کے ایک مسجد کو پیش از فتح کے نیت کی تھی، بنائی اور ایک قلعہ خشی اس شہر میں تیار کیا

اس شہر کا شیر گیر رکھا۔لیکن شہر قنوج کے ویران کرنے کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔اور قلعہ بھر کھندے کا بنایا، اور ایک قلعے کی بنا کر کے نام اس کا شہر کوہ رکھا۔

انسداد جرائم اور قیام امن

شیر خان کا کہنا تھا، کہ اگر میری زیست نے وفا کی، ہر سرکار کے مناسب حال کو دیکھ کر قلعے بنواؤں گا۔کہ ایام حوادث میں پشت پناہ مظلوموں کے اور سر کوب سرکشوں کے ہیں۔اور سرائے کہ کچی بنی ہیں سب کو پختہ بناؤں گا۔اور واسطے حفاظت و امن راہ و خطرہ دزد، و رہزن کے سوا ایسا قاعدہ ایجاد کروں گا۔اور اپنے

حاکموں کو تاکید تمام سے حکم فرماؤں گا، کہ اگر چوری اور رہزنی میرے **ملک** میں ہو گی۔ اور وہ شخص معلوم نہ ہوگا۔ تو جو کچھ چور اور قزاق لے گئے ہوں گے۔ اور وہ کسی گاؤں کی سرحد میں داخل نہ ہونگے۔ تو چاروں حد کے مقدموں کو پکڑ کر ہم تاوان دلوائیں گے، اور اگر بعد تاوان کے مقدموں نے چور اور قزاق پیدا کیے، اور مکان ان کے دکھا دیے تو جس گاؤں میں چور اور رہزن رہتے ہیں۔ ان کو پکڑ کر مقدم کا تاوان پھر دلوائیں گے۔ اور چوروں اور قزاقوں کو موافق شرع شریف کے گرفتار کریں گے۔ اور اگر خون ہوا ہو اور قاتل اس کا معلوم نہ ہو، تو بہ تفصیل مذکور کے مقدموں کو پکڑ کر اور قید کو اتنی مہلت دیں گے، کہ قاتل کو پیدا کریں۔ اگر اسے پیدا کیا یا اس کے رہنے کی جگہ بتائی، تو مقدموں کو چھوڑ دیں گے۔ اور قاتل کو قتل کریں گے۔ اگر مقدموں کے گاؤں کی حد میں خون ہوا، اور وہ کسی غیر پر ثابت نہ کرسکیں تو مقدموں کو قتل کریں گے۔

شیر شاہ کا بیان ہے، کہ میں جو اپنے عہد دولت میں قدار اور پرگنے کا حاکم تھا۔ مقدموں اور رہزنوں اور چوروں سے مین نے خوب تحقیق کی، اور امتحان و تجربہ میں لایا، کہ چوری اور رہزنی، بے اتفاق مقدم کے عمل میں نہیں آتی۔ اور جو بطور ندرت کے مقدم کے اس گاؤں کی حد میں چوری اور رہزنی ہوئی، اور بعد کتنے دنوں کے وہ تجسس اور تشخص کرے تو البتہ، چوری اور رہزنی کی خبر پائے گا۔ اس واسطے کہ گاؤں کے مقدم اور زمیندار جانتے ہیں کہ فلانے گاؤں میں قزاق رہتے ہیں۔ اور وہ باہم نسبت عزیزی، اور خویشی اور آشنائی کی رکھتے ہیں۔ اس باعث سے ان کو خبر پہنچتی ہے۔ تحقیق کہ چوری اور رہزنی یا مقدم کے سبب ہے یا مقدم جانتا ہے۔ اور جو مقدم چوروں، رہزنوں، یا ان کے رکھنے والوں کو حاکم سے مخفی رکھے تو ایسے مقدم کو قتل کیا جانا چاہیے۔ تاکہ اور ڈر کر افعال بد سے پرہیز کریں۔

عاملوں کو ہدایات

شیر خاں اور اسلام خاں کے دور میں مقدم اپنے گاؤں کی حد کی نگہبانی کرتے تھے۔ کہ مبادا، چور یا رہزن یا دشمن ان کا رہنے والے کو آزار پہنچائیں۔ اور وہ موجب ان کی پریشانی یا ہلاکت کا ہو۔

شیر خاں اپنے عاملوں کو کہتا تھا کہ مسافر و سوداگر کی ہر وقت دلداری و رعایت منظور ہے۔ اور کسی وجہ سے ان کو آزار نہ پہنچے، اور جو سوداگر مر جائے اور وارث نہ رکھتا ہو۔ تو اس علت سے اس کے مال پر ہاتھ ظلم و جور کا دراز نہ کرے۔

محصول

وہ اپنے تمام ملک میں دو جگہ سوداگروں سے محصول لیتا تھا۔ جب بنگال کے ملک سی، یلیا گڑھی کے پاس آئے، محصول لینا چاہیئے، اور اپنے ارکان دولت کو فرمایا تھا، کہ موافق نرخ بازار مال سوداگروں سے ہماری سرکار میں خریدو، اور زیادہ اسے چاہو۔

اعلان عام

اور ایک اور قاعدہ جو ایجاد کیا تھا، یہ تھا کہ ہر منزل میں گڑھی بناتے، اور نقیب پکارتے کہ کوئی رعیت کو نہ ستائے، اور آپ سوار ہو کر زراعت کو دیکھتا پھرتا، اور جامعداری کو بھی بھیجتا، کہ لوگوں کو منع کریں، کہ رعایا کے کھیتوں کے پاس کوئی نہ پھرے، خاں اعظم خاں مظفر کہتا تھا کہ بعض اوقات میں شیر خاں کے پاس ہوتا تو بیشتر دیکھتا کہ سوار ہو کر دائیں، بائیں دیکھتا پھرتا۔ عیاذ باللہ جو کسی کو دیکھتا کہ کھیتی کاٹتا ہے، تو حکم کرتا کہ خوید اس کے گلے میں باندھ کر لشکر کے گرد پھرائیں، اور واسطے تنگی راہ کے ضرورتاً جو زراعت پامال ہوتی۔ معتمد امینوں کو متعین کرتا تھا۔ کہ

زراعت پامال کو جریب کر کے پیسہ رعیت کو دیں۔اور اگر ڈیرہ سپاہی کا کھیت اس لاچاری کے باعث ہوتا تو وہ سپاہی زراعت کی نگہبانی مارے ڈر کے کرتا۔کہ مبادا کوئی اور زراعت میں ہاتھ ڈالے،اور میں بدنام ہوں،اور گرفتار ہوں۔کہ وہ عدالت میں کسی کی رعایت نہیں کرتا۔اور اگر دشمن کے ملک میں ہوتا تو اس ملک کی رعیت کو نہ لوٹتا۔اس رعیت کی زراعت کو نہ اجاڑتا اور کہتا کہ رعیت بے گناہ ہے۔جو غالب ہوتا ہے۔اس کی فرمانبردار ہوتی ہے۔اور اگر میں رعیت کو ستاؤں،تو رعیت ویران ہو جائے گی۔اور ملک بے چراغ ہو جائے گا۔پھر ایک مدت چاہیے کہ ملک آباد ہو۔

غیر علاقے میں عزت

اور اگر شیر خاں مخالف کے ملک میں جاتا۔تو اس کی عدالت کے سبب رعیت آباد رہتی۔اور جو اس کے لشکر میں درکار ہوتا،رعیت لا کر حاضر کرتی۔

سخاوت و احسان

شیر شاہ سخاوت و احسان کی صفت سے موصوف تھا۔تمام دن مانند آفتاب کے زربخشی،اور ابر نیساں کی طرح زرافشانی کرتا کہ وہی پٹھانوں کے جمع ہونے کا باعث ہو۔اور ہند کے ملک کی ایسی ریاست ہوئی۔اور جو کوئی پریشانی روزگار کے باعث اس کے لشکر میں سپاہی اور یمہ دار اور روزینہ دار سے جو کوئی آتا۔اسے خالی اور محروم نہ رکھتا۔اور موافق اس کی قدر کے کاروائی کرتا۔اور روز جو سپاہی نیا وارد ہو تا،اسے رکھتا،اور باورچی خانے میں خاصہ بہت افراط سے ہوتا،کہ کئی ہزار سوار،نوکر ان خاص سے،کہ پٹھانوں کی اصطلاح میں قبائی کہتے تھے۔وہ کھانا کھاتے اور حکم عام تھا،کہ جو کوئی مخادیم اور سپاہی اور رعیت سے احتیاج کھانے کی رکھتا ہو،اور ہو

باورچی خانہ میں آئے تو اسے کھانا دیں اور محروم نہ کریں۔

لنگر خانہ عام

مسکین وفقیر ومحتاج کے لئے اپنے لشکر میں لنگر مقرر رتھے۔انہیں کھانے مزے مزے کے دیے جاتے۔اور لنگروں کے روز مرہ خرچ کی پانچ سو اشرفی مقرر تھی۔مخادیم نے جو سلطان ابراہیم کے بعد لباسی کاغذ بنائے تھے،وہ اسے معلوم تھے کہ رشوت عاملوں کو دے کر اپنے قدر اور اپنے حق سے زیادہ،اپنے تصرف میں لاتے تھے۔اس واسطے مدد معاش ایمہ داروں کی تغیر کیا،اور آپ متوجہ ہو کر ان کے حق کے موافق دیتا،اور کسی کو محروم نہ چھوڑتا تھا۔اور زاد راہ دے کر رخصت کرتا تھا۔

غریب پروری

محتاجوں سے کہ جن کے ہاتھوں سے،کچھ کسب معاش نہ ہوسکتا۔جیسے اندھا ،بوڑھا،ضعیف عورت،بیوہ اور مریض وغیرہ ان کو زر نقد دیتا۔اور ان کا روزینہ اس شہر میں کہ جہاں وہ رہتے تھے،وہاں کی تحصیل پر مقرر کر دیتا،اور زاد راہ دے کر رخصت کرتا۔اور ایمہ داروں کو اس واسطے فرمان نہ دیتا کہ جعلی نہ بنا دیں۔اور صدر صدور کو یہ حکم تھا کہ

فرمان ایمہ داروں کے واسطے تڑکے لایا کریں۔جب وہ حضور میں لاتا ان فرمانون کو ایک تھیلی میں ڈال کر اپنی مہر ایک متعمد کو دیتا،کہ فلاں پرگنے میں لے جا۔جب وہ فرمان وہاں کے حاکم کے پاس پہنچے،پہلے موافق فرمان کے زمین ناپ کر مخادیم کو دیتا۔بعد اس کے فرمان دیتا۔

مدد معاش

شیر شاہ کہتا تھا کہ بادشاہ پر لازم ہے کہ مدد و معاش مخادیم کو دیں،کہ آبادی و

رونق ہندوستان کے شہروں کی مخادیم و علماء سے ہے۔اور طالب علم اور مسافر وغیرہ کہ جو بادشاہ تک نہیں پہنچ سکتے۔انہیں سے فیض پاتے ہیں۔

پس ان پر احسان کرنا باعث افادیت مسکین و مسافر ہے۔اور علم و حکمت و دین کے زیادہ ہونے کا سبب ہے۔جو کوئی چاہے کہ حق تعالیٰ مجھے بڑا کر دے تو اسے چاہیے کہ علما و صلحا کی خدمت کرے۔تا کہ نیک نامی دنیا کی اور سعادت اُخر کی حاصل ہو۔

پٹھان نوازی

جو پٹھان کہ روہیل کھنڈ سے اس کی ملازمت حاصل کرتا، زر نقد اس کے ارادے سے زیادہ دیتا، اور کہتا کہ ہند کے ملک سے جو میرے ہاتھ آیا ہے، اس سے یہ حصہ تیرا ہے، اور یہی تیرا معمول ہے۔ہر برس آ کے لیا کر۔اور شہر روہ کے رہنے والے جو سوری قوم کے قبیلے سے تھے، ہر برس آدمی ان کے گھر کے گن کر لونڈی ، غلام تک کو روپے دیتا۔اور اس کی دولت سے کوئی پٹھان ہند، اور روہ سے محروم نہ رہا۔اور سب سوداگر ہوئے۔ان قاعدہ پٹھانوں کا سلطان بہلول اور سلطان سکندر کے عہد سے تا آخیر دولت پٹھانوں کی مقرر یہ تھا کہ جو کسی کو زر نقد یا خلعت دیتے، تو وہ اس کا معمول ہوتا۔اور وہ ہر سال پایا کرتا۔

خبر رسانی

اور پانچ ہزار ہاتھی فیل خانے میں تھے اور پائے رکاب کے گھوڑون کا شمار مقرر نہ تھا۔کہ خرید و بخشش یک ساں تھی۔لیکن تین ہزار سے چار ہزار تک گھوڑے سراؤں میں بندھے ہوئے تھے۔کہ ہر روز خبر لاتے تھے، اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پرگنہ ہند کے ملک سے اس کے قبضہ میں تھے۔اور فوجداروں کو ان پرگنات میں بھیجتا، اور لشکر اس

کا شمار و تخمینے سے باہر تھا۔اس واسطے کہ ہر روز زیادہ ہوا کرتا۔

شیر خاں نے جو قاعدے ایجاد کیے تھے۔ان کی رعایت کر کے اپنے ہر امیر کے لشکر کے ساتھ خبر دار معتبر پنہاں مقرر کیے تھے۔تا مخفی تجس و تشخص امیر و رعیت اور سپاہی کے احوال کو دریافت کر کے عرض کریں۔

مقرب بارگاہ یا ارکان دولت اپنی مصلحت کے واسطے یا وقت کا ملاحظہ کر کے بادشاہ سے حالات ملک کے عرض نہیں کرتے تھے۔تا بادشاہ ہر ایک خلل و خرابی جس نے عدالت میں راہ پائی ہو،اصلاح کریں۔

انصاف پروری کی مثال

یہ ایک معتبر کی زبانی ہے جو شجاعت خاں کے ساتھ تھا۔کہ جب مالوہ کے ملک کی حکومت شیر خاں نے شجاعت خاں کو دی،پھر جاگیر تقسیم ہونے کے وقت اہل کاروں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو سپاہیوں کے حصے سے کچھ آپ کے واسطے رکھ کر باقی کو قسمت کریں۔شجاعت خاں نے خام طمعی سے اپنے ارکان دولت کو حکم کیا کہ ہمارے لئے سپاہیوں کے حصے سے رکھو۔

جب یہ خبر شجاعت خاں کے سپاہیوں کو پہنچی تو دو ہزار سوار نامی باہم متفق ہوئے۔اورانہوں نے یہ عہدو پیان کی اکہ اگر شجاعت خاں از راہ طمع کے ہمارے حصے سے کچھ چاہے تو اس کا احوال عالم پناہ شیر خاں کی جناب میں کہ عدالت میں رعایت اپنے ہم قوم امیروں کی اور کیسا ہی صاحب لشکر ہو،نہیں کرتا،عرض کریں اور شجاعت خاں اور اس کے ارکان دولت کے فریب سے گرہ موافقت اور جمعیت کی نہ کھولیں۔اور نیک و بد میں مددگار باہم دیگر رہیں۔اور طمع دینوی کے باعث چہرہ دوستی اور موافقت کا تفرقہ کے ناخن سے نہ نوچیں۔

بعد اتفاق کرنے کے شجاعت خاں لشکر سے الگ جگہ اترے۔اور اپنے وکیل کو

شجاعت خاں کے پاس روانہ کر کے عرض کیا، کہ مسند عالی کے اہل کار ہمارا حق جو شیر خاں نے مقرر کیا ہے۔ جوں کا توں نہیں دیتے، اور خلاف قاعدہ ہے کہ امیر سپاہیوں کے حق میں طمع کریں۔ بلکہ امرائے عظام سوائے درماہے کے اپنے ہمراہیوں کو انعام واکرام سے نوازتے ہیں۔ تاکہ کام کے وقت خدمت گاری اور جان نثاری میں سبقت کریں۔ اور اگر مسند عالی ہمارے حق میں طمع کرے، تو خلاف ونفاق لشکر میں ظاہر ہوگا۔ اور تیری فوج پراگندہ ہو جائے گی، اور باعث ارکان دولت کی بدنامی کا ہوگا۔

جب شجاعت خاں سپاہیوں کے احوال سے مطلع ہو۔ ارکان دولت نے عرض کیا۔ کہ دو ہزار سپاہی متابعت سے منحرف ہوئے۔ اور مسند عامی دس ہزار سوار کا مالک ہے۔ اگر حق ان بے حیاؤں کا جوں کا توں دو گے تو لوگ گمان کریں گے، کہ شیر خاں کے ڈر سے دیا۔ سستی اور کاہلی ارکان دولت کریں گے۔ اور تیرے حکم میں نافرمانی ہوگی۔ اور دروازہ منفعت کا مسدود ہوگا۔ مناسب دولت یہ ہے کہ ان کو ایسا جواب سخت دیا جائے کہ جس سے بدراہ نہ ہوں، اور عدل حکمی نہ کریں

طمع نے شجاعت خاں کی فکر دو بین کی آنکھ کو سی دیا۔ اور شیر خاں کی خبرداری و انصاف کو بھول گیا۔

اس کو یہ خیال نہ آیا کہ اگر شیر خاں اس احوال سے اطلاع پائے گا تو سبب بدنامی و پشیمانی ہوگا۔

جس وقت سپاہیوں نے جواب تلخ سنا، مشورہ آپس میں کرنے لگے۔ بعضوں نے کہا کہ شیر خاں عادل پناہ کی بارگاہ میں جائے، اور بعض پٹھان جو شیر خاں کے مزاج دان اور اندیشہ و عقل سے بہرہ ور تھے۔ اپنے یاروں سے کہا ہمارا شیر خاں کے پاس جانا مناسب نہیں۔ اس واسطے کہ ہم کو شجاعت کے ساتھ دکن کی سرحد پر رکھا

ہے۔ بے اجازت اس کے یہاں سے جانا ٹھیک نہیں، اپنے وکیل کو شیر خاں مظلوم پناہ کی بارگاہ میں بھیجنا چاہیے۔ تا کہ ہمارے احوال کی حقیقت اس کے حضور میں عرض کرے۔ پھر جو کچھ حکم ہو اس پر عمل کریں۔ اور جو بادشاہی مہم اس اطراف میں پیش آئے تو اس کے دور کرنے میں بہ نسبت سب کے سعی زیادہ کریں۔

پھر مصلحت اخیر کو سب روہیلوں نے قبول کر کے عرضی اپنے احوال کی لکھی، اور اپنے وکیل کو شیر خاں کے پاس بھیجا، ہنوز وہ پہنچا نہ تھا کہ خبر دار اور جاسوسوں نے شجاعت خاں اور اس کے ہمراہیوں کی نزاع کا احوال شیر خاں کے حضور عرض کیا۔

اس خبر کے سنتے ہی شیر خاں نے برہم ہو کر شجاعت خاں کے وکیل سے کہا، کہ شجاعت خاں کو لکھو، کہ تو فقیر تھا۔ تجھے میں نے امیر کیا، اور جو پٹھان تجھ سے بہتر تھے وہ۔ میں نے تیرے تابع کئے۔ اور اپنی امیری کی دولت سے سیر نہیں ہوا کہ سپاہیوں کے حق میں طمع کرتا ہے۔ خلق سے نہیں شرماتا، اور خدا سے نہیں ڈرتا۔ کہ میرے خلاف آئین کے عمل میں لاتا ہے۔ میں نے داغ کو اسی واسطے ایجاد کیا ہے کہ سپاہی اور امیر کے حق میں فرق معلوم ہو۔ اور امیر حق سپاہی کا نہ رکھ سکے۔ اگر تو میری نعمت کا پلا ہوا نہ ہوتا تو کھال تیری کھینچتا۔ تجھے اس واسطے بخشا کہ پہلا گناہ ہے۔ جب تک کہ وکیل تیرے سپاہیوں کا میرے پاس نہ پہنچا، اس عرصے میں اپنے سپاہیوں کو تسلی دے اور حق ان کا دے۔ اور جو ان کے وکیل نے میرے پاس آ کر تیری شکایت کی تو جاگیر تیری موقوف کروں گا۔ اور تجھے عذاب شدید کے چنگل میں گرفتار کرونگا۔ امرائے دولت کو نہ چاہیے کہ ایسی بات خلاف حکم حضور کے عمل میں لائیں کہ جس میں دبدبہ و وقار آقا کا نہ رہے۔ اور باعث بدنامی کا ہو۔

جس وقت شجاعت خاں کے وکیل کی عرضی شجاعت خاں کو پہنچی۔ نہایت شرمندگی و پشیمانی ہوئی۔ اور دہشت و ہیبت سے سراسیمہ و مضطر ہوا۔ اور اپنے ارکان

دولت کو بہت سرزنش کی۔اور کہا کہ تمہاری بدراہی کی بدولت مجھے بدنامی وپشیمانی ہوئی اب میں بادشاہ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔اور آپ سوار ہو کر دو ہزار کے مقام پر آیا اوران کی بہت سی عذر خواہی کی۔اور قسمیہ عہدوپیان سے تسلی و دلداری کر کے کہا، کہ تم سے کسی نوع کی بدعہدی نہ کروں گا۔اور بہت سا انعام و بخشش دے کر اپنے لشکر میں لایا۔

پٹھانوں میں شیر شاہ کی مقبولیت

شیر شاہ کا حکم پٹھانوں کی قوم میں کیا حاضر و غائب ایسا جاری تھا کہ اس کی سیاست کے ڈر سے اور ریاست کے تغیر ہونے کے باعث کسی شخص کا یہ حوصلہ نہ تھا کہ خالف اس کے امر کے عمل میں لائے۔اگر چہ کیس اہی پیارا بیٹا،یا بھائی، یا قرابتی یا امیر ہو۔

اہل کاروں سے کوئی بات اس کی خلاف مرضی وقوع میں آتی اور وہ اسے معلوم ہوتی ،تو اس شخص کے باندھنے یا قتل کرنے کا حکم کرتا۔اور رشتہ داری اور افغانگی ناموس وحمیت کی شرم کو قطع کرتا۔اوراس کے فرمان قضاپر بے توقف عمل کیا جاتا۔

جو عباس سروانی احمدی ہو۔انہوں نے شیر خاں کا احوال نقل کرنے والوں سے اس طرح سنا ہے۔کہ شیر خاں کے عصر میں اعظم ہمایوں نیازی، جو حاکم پنجاب وملتان کا تھا اور تیس ہزار کی جمعیت رکھتا تھا۔اور شیر شاہ کے امیروں میں کوئی اتنی جمعیت نہ رکھتا تھا۔جب شیر خاں نے اپنے بھتیجے مبارک خاں کو ملک روہ کی حکومت جوتصرف میں نیازیوں کے تھا،دی تو خواجہ حضرت سنبھل جو سردار سنبھلوں کا تھا۔سندھ کے دریا کے کنارے پر جوطرف ہند کے تھا،اس نے گڑھ بنا دیا اور بمبارک خاں نے اس قلعہ کو آباد کیا۔بیشتر اوقات سنبھل اس کے پاس حاضر ہوتے تھے،اوراس کی خدمت سے آرام پاتے تھے،اوراس کی طبیعت وفرمانبرداری کرتے

تھے۔

سنبھل زادی کا قصہ

الہ داد سنبھل کی بیٹی حسن و جمال میں ایسی تھی کہ اس میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ مبارک خاں نے جب تعریف اس لڑکی کے حسن و جمال کی سنی، بن دیکھے اس کا عاشق ہوا۔ مرغ صبر و آرام کا اس کے ہاتھ سے اڑ گیا۔

جس وقت مبارک خاں نے دل اپنے ہاتھ سے دیا، غرور حکومت کے باعث رعیت جو افغانوں کی قوم میں معتبر ہے، اس کا پاس لحاظ نہ کیا۔ اور کتنے ہی آدمی معتمد الہ داد خاں کے پاس بھیجے کہ اپنی بیٹی کی شادی ہمارے ساتھ کرو۔

الہ داد نے جواب ادب آمیز دیا کہ آپ منصب حکومت اور سرداری کا رکھتے ہیں۔ اور آپ کی اولاد بہت سی ہے قبیلے اور حرمین بھی بہت سی ہیں۔ دوسرے خان اعظم نے ہندوستان میں نشو و نما پایا ہے۔ طبع ظریف و فہم لطیف رکھتے ہو۔ اور یہ لڑکی خصلت روہ کی رکھتی ہے۔ ہمارے تمہارے درمیان نسبت عزیز گی کئی وجہ سے مناسب نہیں ہے۔

جب مبارک خان نے پیغام الہ داد کا سنا۔ غیرت و غصے سے بہت پیچ و تاب کھایا۔ اور کمر سنبھلوں کے ایذا و آزار پر باندھی۔ اس خیال سے کہ شاید میرے جور و جفا کرنے سے قوم سنبھل تنگ آ کر بیٹی الہ داد کی دے دیں۔ اور شیر خاں کے ڈر سے مبارک خاں جو ظلم و ستم کرتا سنبھل صبر کرتے۔

جب ظلم اس نے حد سے زیادہ کیا۔ فرید اور راندلس اور نظام کے جو بھائی الہ داد کے تھے۔ انہوں نے مبارک خاں سے عرض کیا کہ ہم تینوں بھائی لڑکیاں رکھتے ہیں اور اپنی قوم میں الہ داد سے زیادہ اعتبار رکھتے ہیں۔ لڑکی کسی بھائی کی ہو آپ ہاتھ تعدی کا سنبھلوں سے کوتاہ کریں۔

مبارک خاں نے کہا تمہاری بیٹی نہیں چاہتا، الہ داد کی بیٹی دو۔

جب سنبھلوں نے معلوم کیا کہ مبارک خاں ایسا خیال محال اپنے خاطر میں رکھتا ہے۔اگر یہ کبھی وقوع میں نہ آئے ،تب صریح مبارک خان سے عرض کیا کہ نسبت ناتا ہمارے تمہارے ہمیشہ ہوا ہے لیکن اپنی ہم عمر بیبیوں کے ساتھ۔اگر چہ نسبت تیرے ساتھ کرنی سن وسال کی وجہ سے برابر نہیں ہے۔لیکن جو ہم تینوں بھائیوں کی ماں تیری ماں کی طرح لونڈی ہے۔اس کی بادشاہی کے پاس ولحاظ کی وجہ سے تیرے ساتھ نسبت قبول کرتے تھے۔خان اعظم نے جو یہ نسبت قبول نہ کی موجب ہماری پشیمانی کا ہوا۔خدا سے ڈر۔پٹھانوں کی رسم کے خلاف نہ کر۔الہ داد بی بی سے تیری نسبت عزیز گی کی ہرگز جوروجفا اور جان کے ڈر سے نہ کرے گا۔اس طمع خام کو اپنے دل سے اٹھا دے۔

جب مبارک خان نے یہ بات سنی، نخوت وتکبر وحکومت کے غرور سے اس کے غضب کی آگ بھڑکی۔اور دروازے نزاع وخصومت کے کھولے۔اور درپے آزار سنبھلوں کے ہوا۔اور سنبھلوں کے ڈرانے کے واسطے دھوال گاؤں کو لوٹا۔اور ان کے لوگوں کو بے گناہ پکڑ لایا۔اور کوتوال سنبھلوں کے شہر کا تھا۔اس کی بیٹی پکڑ کر اپنے گھر میں لایا۔

سب سردار سنبھلوں کے جمع ہو کر مبارک خاں کے پاس آئے۔اور عرض کیا کہ ہماری تمہاری مستورات کی شرم ایک ہے۔خیرو کتوال کی بیٹی چھوڑ دے اور ہماری عورت کا پاس شرم کرو۔

سنبھلوں نے بہتیری عجز وزاری کی۔اجل جو اس کے نزدیک پہنچی تھی نہ مانا۔جب سب ناامید ہوئے تو مبارک خاں سے کہا، تو ہندو میں پیدا ہوا ہے اور راہ رسم پٹھانوں کی نہیں جانتا، اور کبھی کسی نے یہ جور وظلم نہیں کیا۔اور ہم اس کی بادشاہی

کے لحاظ سے تیرا ادب کرتے ہیں۔ ہم سے دست بردار ہو، اور ظلم وستم کی حد سے زیادہ نہ کر اور اس بے چاری عفیفہ کو چھوڑ دے۔

مبارک خاں نے غصے سے کہا، کہ اس خانہ زاد کی بیٹی کی شرم کو کیا بار، بار زبان پر لاتے ہو، تمہیں اس وقت معلوم ہوگا، کہ جب الہ داد کی بیٹی کو بزور اس کے گھر سے پکڑ لاؤں گا۔

سنبھلوں کے سردار نے بھی غصے سے کہا، کہ اپنی جان پر رہ اور اپنی حد سے پیر باہر نہ رکھ۔ اگر تو ہماری عورت کو دیکھے گا تو ہم تمہیں جان سے مار ڈالیں گے۔ اور اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ شیر خاں کتنے سردار سنبھلوں کے مار ڈالے گا۔

جب مبارک خاں نے جواب درشت سنا۔ ہندوستانی خدمتگاروں سے کہا، کہ سنبھلوں کو مارتے، مارتے گھر سے باہر کرو۔ ہمارے حضور سخت گوئی کرتے ہیں۔

جب انھوں نے لاٹھیاں اٹھا کر چاہا، کہ سنبھلوں کو ماریں، اور مار، مار کر وہاں سے نکالیں۔ تو اس میں غل ہوا، از بسکہ سنبھلوں پر اس ظلم وتعدی سے وہ یک بارگی غصے ہو کر، آن کی آن میں مبارک خان اور اکثر اس کے خدمتگاروں کو قتل کیا۔

جب یہ خبر شیر خاں کو پہنچی، تو اعظم ہمایوں کو لکھا کہ

سور پٹھانوں کی قوم میں تھوڑے ہیں۔ اگر ہر ایک روہیلوں سے سور کو مار ڈالیں گے۔ تو ایک سور کی قوم سے جہاں میں نہ رہے گا۔ اور سنبھل تیری قوم ہیں۔ ان کے تئیں سزا دے۔ تاکہ دوسروں کو ڈر ہو۔ اور بد خواہوں اور حاکموں کے قتل سے دست بردار ہوں۔

اعظم ہمایوں کی فوج کشی

جب اس مضمون کا فرمان اعظم ہمایوں کو پہنچا تو وہ فوج کشی کر کے سنبھلوں کی طرف گیا۔ جب انہوں نے یہ خبر سنی کہ اعظم ہمایوں اپنی ذات کی طرف سے اس

طرف کومتوجہ ہوا ہے، تو انہوں نے اپنے وطن کو چھوڑ کر پہاڑ کی پناہ لی۔ اور دامن کوہ میں ایک قلعہ اپنی حفاظت کے لئے بنایا

اور یہ ارادہ رکھتے تھے کہ ہم اپنے اہل وعیال کے سمیت کابل کی طرف چلے جائیں گے۔

جب یہ خبر اعظم ہمایوں خاں نیازی نے سنی، کہ قوم سنبھل والے یہ ارادہ رکھتے ہیں۔ کہ کابل کی طرف جائیں گے، تو وہ فکر و اندوہ سے بہت گھبرایا، اور اپنے لوگوں سے مشورہ کیا کہ سنبھل والے قبیلہ بہت رکھتے ہیں۔ اور جوان مرد ہیں وہ زور سے ہاتھ نہ آئیں گے۔ اور اگر وہ کابل کی طرف گئے تو شیر خاں سمجھے گا کہ میں نے ان کے پکڑنے میں کمی کی۔ اور میرے اشارے سے اس شہر سے نکل گئے۔ چاہیے کہ ان کو مکر و حیلے سے اپنے دام میں لایا جائے۔

یہ بات سوچ کر اپنے وکیل کو سنبھلوں کے پاس بھیجا، اور پروانے میں لکھا کہ مین نے خوب تحقیق کی ہے۔ کہ تم بے قصور ہو اور ظلم و ستم مبارک خاں کی طرف سے ہوا ہے۔

میں تمہارے تئیں شیر خاں کے پاس بھجواؤں گا۔ اور تمہاری عفو تقصیرات کے لئے عرض کروں گا۔ جیسے کہ رسم پٹھانوں کی ہے۔ کتنی لڑکیاں نیازیوں کی سوروں کو دیں گے۔ یا دو تین سرداروں کو شیر خاں مار ڈالے گا۔ اور ساری قوم کا جلا وطن ہونا اور غیر ملک میں جانا کچھ مناسب نہیں۔

سنبھلوں نے اپنی عرضی میں لکھا کہ اگر سور ہمارے ساتھ لڑنے آتے تو ہم بھی ایسے لڑتے کہ جہاں میں یادگار رہتا۔ کہ نیازی بھی اس جوانمردی سے لڑے، اور ہمیں یہ مشکل پیش آئی کہ اگر ہم تیرے ساتھ لڑیں تو دونوں طرف نیازی ہی مارے جائیں گے۔ اگر ہم بھاگ جائیں تو بدنامی ہوگی کہ قوم اس کی تھی۔ ان کی

رعایت کی اور نکل گئے۔ اگر مسند عالیہ بہ قسمیہ عہد کریں، کہ درپے آزار ہمارے نہ ہوں، تو ہم آ کر تمہاری ملازمت کریں۔

اعظم ہمایوں نے کہا، کہ کیا مجھے اپنی قوم کی شرم نہیں کہ درپے آزار تمہارے ہوں گا۔

بدعہدی

اعظم ہمایوں نے عہدو پیان سنبھلوں کے خاطر خواہ کیا۔ وہ سارا گروہ لوٹ آیا۔ اور اعظم ہمایوں کی ملازمت کی۔ جب مسند عالی سب سنبھلوں کو فریب دے کر مع اہل وعیال گھیر کے ملک میں لایا۔ اور نوشہ کو قتل کیا۔

امن و آشتی کا گہوارہ

شیر خاں کے عہد میں پٹھانوں کے گروہ سے روہ اور ہند میں نزاع و خصومت اور لڑائی بھڑائی ان کی طینت سے بالکل دور تھی۔ شیر خاں عقل و کامرانی میں یکتائے زمانہ تھا۔ اور تھوڑے دنوں میں بندوبست ملک اور امن راہ اور آبادی ملک کی اور آسودگی رعیت و سپاہ کی کر ڈالی۔

------------ختم شد------------